پندرہ روزہ ترجمان

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن اكثر ما يدخل الناس الجنة قال: "تقوى الله وحسن الخلق" وسئل عن اكثر ما يدخل الناس النار فقال "الفم والفرج"- رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح ٦٢٦

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ڈر اور حسن خلق اور پوچھا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے لوگ زیادہ جہنم میں جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔

تشریح: حسن اخلاق بندہ مومن کا بہت بڑا ہتھیار، اللہ رب العالمین کی رضامندی کا ذریعہ، کمالِ ایمان، رفعِ درجات اور دخول جنت کا سبب ہے۔ چنانچہ جب ہم سیرت رسول گرامی صلی اللہ علیہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ کو حسن اخلاق کا سب سے بڑا پیکر پاتے ہیں۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ بڑے بڑے ظالم وجابر کو سوچنے پر مجبور کیا اور ان کو ان کے بُرے اخلاق وکردار، شر وفساد، ظلم وجبر پر نادم وشرمندہ کیا۔ کیونکہ آپ نے کبھی بھی کسی کے ساتھ غلط کرنا تو دور کی بات غلط خیال اور گمان کو بھی اپنے دل ودماغ میں نہیں آنے دیا۔ اس لئے آپ محسن انسانیت تھے۔ پوری دنیا والوں کے لیے رحمت، ہادی ومرشد، معاون ومددگار، شفیق وکریم، رؤف ورحیم اور مربی ومعلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ کی حیات مبارکہ قبل از نبوت اور بعد نبوت کے ہر ہر لمحات انسانیت کی خیر وبھلائی اور رشد وہدایت کی طرف گامزن کرنے والے ہیں۔ جبھی تو آپ کو نبوت سے پہلے بھی صادق وامین کے لقب سے ملقب کیا گیا تھا جو کہ اچھے اخلاق کے حاملین کی سب سے بڑی اور اچھی صفات ہیں اور جن کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی نبوت سے پہلے کی زندگی لوگوں کے سامنے تھی اور آپ نے اپنے اچھے اخلاق وکردار کے ذریعہ ہر ایک کو متاثر کیا اور ہر ایک کے دکھ درد کے ساتھی بنے رہے جب آپ پر وحی کی ابتداء ہوئی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کیفیت سے دوچار ہوئے وہ واقعہ بخاری شریف کی کتاب الوحی، باب بدء الوحی اور احادیث کی دیگر کتابوں میں موجود ہے کہ مائی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جن الفاظ کے ذریعہ آپ کو تسلی دی وہ اخلاق عالیہ وفاضلہ کی ایسی بلندی تھی جس کو اپنانے کے بعد انسان دنیا وآخرت میں کبھی ضائع نہیں ہوسکتا بلکہ کامیابی اس کی قدم بوسی کرتی ہے۔ "**كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقرى الضيف، وتعين على نوائب الحق**" ہرگز نہیں! آپ خوش ہوجائیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں، تہی دست کو کما کر دیتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور حق کے معاملے میں ڈٹ کر مدد کرتے ہیں۔

درحقیقت آپ کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کام وحی الٰہی کے مطابق وموافق ہوتے تھے اور آپ کی زندگی وحی کی اتباع تھی جبھی تو صحابہ کرام نے مائی عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے آپ کے اخلاق کے حوالے سے استفسار کیا تو مائی عائشہ صدیقہ نے فرمایا "**كان خلقه القرآن**" کہ آپ کا اخلاق قرآن کریم تھا۔ یعنی آپ قرآن کریم کی عملی تفسیر اور نمونہ تھے۔ چنانچہ جو انسان قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح ہو، جس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، عبادات ومعاملات سب رب کی مرضی کے مطابق ہو اس کی حیاۃ عطرہ کو حرز جان بنانا چاہیے یہ ہمارا اخلاقی، ایمانی اور دینی فریضہ ہے۔ اور اسی اسوہ کی اتباع وپیروی میں دنیا وآخرت کی سرخروئی ہے۔ اخلاق عالیہ اور صفات کریمانہ کو اپنانے میں ہی حقیقی کامیابی اور انسان کامل بننے کا تصور اور راز مضمر ہے اور اسی حسن اخلاق کے ذریعہ ہم دنیا والوں کے سامنے نبی کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی سچی تصویر پیش کرسکتے ہیں۔ آج دنیا ہم کو جس نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے اسی اخلاق کے بدولت ہم ان کو اپنے سے قریب کرسکتے ہیں اور ان کے اندر سلگتی ہوئی نفرتوں اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ٹھنڈا کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ اخلاق حسنہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑوں نے سر تسلیم خم کردیا اور اسلام کی خوبیوں کا گرویدہ ہوگئے نبی کائنات علیہ الصلاہ والسلام کے جانی دشمن بھی آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اپنی جان کو آپ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور اپنی پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی میں گذار دی۔ حسن اخلاق کا مشاہدہ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں کیجئے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا نچوڑ موجود ہے۔ "**ليس بفظ ولا غليظ ولا سخّاب بالاسواق ولا يدفع السيئة بالسيئة ولكن يعفو ويصفح**" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بداخلاق اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ ہی بازاروں میں شور وہنگامہ کرتے ہیں اور برائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے ہیں بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اور خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "**احسن الناس خلقا**" آپ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ اور خود نبی پاک ﷺ کا فرمان "**ان من خياركم احسنكم اخلاقا**" تم میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ رسول گرامی کی سنت کو اپنائیں۔ اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل بنیں اور اسے دخول جنت کا سبب بنائیں۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسی حسن اخلاق کا ذکر ہے کہ وہ اپنے حاملین کو جنت میں لے جانے کا سبب بنے گا۔ اس لئے حسن اخلاق کو قرآن واحادیث میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور شریعت اسلامیہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ حسن اخلاق سے مزین شخص روزے دار اور قیام لیل کرنے والے کے مرتبے میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو اچھے اخلاق کا حامل بنائے۔ اور جب تک زندہ رکھے حسن اخلاق کے ذریعہ دین کی خدمت لیتا رہے۔ اور خاتمہ اسی حسن اخلاق پر ہو۔ آمین۔ **وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا۔**

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

مرگ انبوہ جشن دارد؟!

’’مرگ انبوہ جشن دارد‘‘۔ بلاؤں کا عام ہونا مصیبتوں کو ہلکا کردیتا ہے۔ یہ محاورہ تجربہ کی کسوٹی پراس معنی میں تو پورا اترتا ہے کہ جب بڑی تعداد ابتلاء ومحن اور مصائب ومشکلات سے دوچار ہوتو دیکھا دیکھی اور عموم بلوی ہونے کی وجہ سے درد و رنج اور الم وغم کم محسوس ہوتا ہے۔ مگر یہ عام تماشائیوں ، دور کے ہمدردوں اور شرکائے غم کے سلسلہ میں تو درست ہوسکتا ہے مگر حقیقت اور اصلیت کے اعتبار سے جولوگ مبتلائے رنج وغم ہوتے ہیں اور مصائب کے مارے، حوادثات کے شکار اور مشکلات کے شکنجے میں کسے ہوتے ہیں ان کے درد وغم میں مرگ انبوہ اور عموم بلوی سے بھی کمی نہیں آتی۔ وہ ہر حال میں غمزدہ ہوتے ہیں۔ بلکہ بڑے پیمانے پر اس مصیبت کے واقع ہونے کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی غمگین ہوتے ہیں اور اس عظیم حادثہ سے بیحد متاثر ہوتے ہیں۔ چاروں طرف ان کو محرومین ومتاثرین اور مردہ ہی مردہ نظر آتے ہیں۔ ہر ایک منظر ان کے غم میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ ہر ایک زخم ان کے زخم کو کریدتا ہے۔ ہر طرف کی آہ وبکا اور چیخ وپکار ایک اور ہیبت ناک منظر اور وحشت ناک احساس پیدا کرتی ہے۔ آپ غور کریں کہ ایک آدمی کسی حادثے کا شکار ہوا اور اس کے جسم وجان پر آن پڑی ہو اور اس کے مقابلے میں ایک جم غفیر حادثے کا شکار ہوا اور ان کے جسم کے چیتھڑے ہر طرف بکھرے پڑے ہوں تو وہ دلدوز اور جانکاہ مناظر انسان کے دل ودماغ پر کیا اثرات مرتب کریں گے؟ بڑے بڑوں کے پتے پانی ہوجائیں گے۔ بھلا کون کس کی خبرگیری کرے گا؟ کون کس کا تیمار دار ہوگا؟ کون کس کی تعزیت وتسلی کا فریضہ انجام دے گا؟ بلکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ جو کچھ بھی کرنا چاہیں گے وقت کی سنگینی ، حالات کی نزاکت ، رجال و وسائل کی قلت اور حاجات کی کثرت مزید ششدر وپریشان اور حیران کردے گی اور یوں حالات بے قابو ہوجائیں گے اور مصیبت اور بڑھ جائے گی۔ آپ ذرا غور کریں کہ ایک انسان اگر کسی مصیبت اور کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے یا اس پر کوئی آفت آتی ہے تو کس طرح سے دوسرا انسان اس کے کام آتا ہے۔ کیوں کہ انسان ہی انسان کے کام آسکتا ہے خواہ وہ خویش واقارب کی شکل میں ہو یا دوست واحباب کے قبیل سے، یا پھر ذات وبرادری اور کنبہ وقبیلہ یا ہم نشین وہم وطن ہونے یا محض

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اقلیت اور اکثریت	۶
کورونا سے بچاؤ کے چھ مؤمنانہ اقدامات	۹
اشتہار اہل حدیث کمپلیکس واہل حدیث منزل	۱۲
صحت وتندرستی: ایک عظیم نعمت	۱۳
قرآن سے صحابہ کا شغف	۱۵
تقویٰ	۱۸
آپسی تعلقات کے بگاڑ کے چند اسباب اور ان کا علاج	۲۱
ذکر الٰہی اور موجودہ تصوف	۲۳
گستاخان صحابہ اور ہم	۲۵
اماں عائشہؓ کی پارسائی کی عظیم داستان (واقعۂ افک)	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
اعلان داخلہ المعهد العالى للتخصص فى الدراسات الاسلاميه	۳۱
کلینڈر ۲۰۲۱	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ———— ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ———— ۷/روپے
پاکستان ———— ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

انسانیت کی خاطر، انسان ہی انسان کے لیے سہارا بنتا ہے۔اس سے بذات خود مصیبت زدہ کی تکلیف میں کمی نہیں ہوتی ہے مگر کسی انسان کو دیکھ کر اس کے حوصلے بلند، اس کے عزائم قوی اور تکلیف کے دور ہونے کی امید بڑھ جاتی ہے۔کیوں کہ امید پر دنیا قائم ہے۔اس کے سہارے دنیا کی گاڑی دوڑتی ہے، زندگی کا پہیہ چلتا ہے اور اس کے چکے گھومتے ہیں، ورنہ انسانی زندگی ہر طرح کے عیش وآرام اور اطمینان وسکون سے خالی ہو جائے اور اگر وہ اسے کسی مرحلے میں میسر بھی ہو تو بلا انسانوں کے اس کی زندگی اجیرن اور منحوس ہو کر رہ جائے۔اسے اپنی جیسی مخلوق چاہئے جو اس کے سامنے آقا و مزدور، آمر و مامور، بھائی بند اور دوست وغمگسار کی شکل میں موجود ہو۔یہ بات انسانی فطرت، اس کی حاجت و ضرورت، بود و باش اور معاشرت وتمدن کے لیے ضروری ہے۔اسی طرح جینے کے لیے بھی خصوصا شادی وغم میں انسان انسان کا محتاج اور ضرورتمند ہے۔انسان تنہا نہیں رہ سکتا ہے۔وہ محتاج ہے فطری طور پر بھی، ذہنی وجسمانی طور پر بھی، مادی ومعنوی طور پر بھی اور روحانی وظاہری طور پر بھی۔وہ اس بات کا بھی حاجت مند ہے کہ وہ مریض ہے تو دوسرا تندرست و تیماردار ہو، وہ غریب ہے تو دوسرا تونگر اور مالدار ہو، وہ عاجز ہے تو دوسرا قادر وعاقل ہو، وہ مامور ہے تو دوسرا امیر ہو اور ایک مزدور ہے تو دوسرا آجر ہو۔شفقت پدری کا مظہر وحیز تو بیٹا اور بیٹی ہی ہو سکتے ہیں، سکون واطمینان کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے۔بیٹوں اور بیٹیوں کی حقیقی محبت وعقیدت کی آماجگاہ اور مستقر تو بس ماں باپ ہی ہو سکتے ہیں۔ان فطری اور اندرونی وبیرونی مطالبات ومقتضیات کا پورا ہونا ہی مخلوق اور بندہ ہونے اور محتاج ہونے کا احساس دلاتا ہے اور یہ سب امور جہاں اللہ جل شانہ کی عظمت اور اس کی قدرت وصمدیت پر دال ہیں وہیں حمیت کے ساتھ اس کے خالق و مالک، غفار ومسجود اور معبود ہونے کو درشاتے اور یقین دلاتے ہیں۔جہاں یہ باور کراتے ہیں کہ تم بندے اور محتاج ہو وہیں یقین دلاتے ہیں کہ تمہارا آقا پاک ومنزہ اور ہر طرح کے آل واولاد اور حاجت وضرورت سے بے نیاز و پاک اور مستغنی ہے۔سورہ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ‘‘ (آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ تعالی ایک ہی ہے۔اللہ بے نیاز ہے۔نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہے) میں اللہ تعالی کی اسی قدرت کاملہ اور تقدس واستغنا کا ذکر ہے اور اس کے معبود برحق اور برتر و بالا ہونے کا درس دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بحیثیت مخلوق تم محتاج محض ہو، اللہ جل شانہ تمہارا آقا ومولیٰ ہے اور ہر حال میں اس کی بندگی ہی تمہارا کمال اور کام ہے۔تم اس سے الگ اور بے نیاز نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس کی نعمتوں سے خواہ وہ کسی شکل میں ہو مستغنی ہو سکتے ہو۔بھلا اپنے ہی جیسے انسان سے تم کیسے بے نیاز ہو پاؤگے؟ اس لیے تم اپنی دنیوی حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے قاضی الحاجات اور جو کسی طرح حاجت مند ذات نہیں ہے اس اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کرو، بلکہ اس کے باب عالی اور قبلہ قاضی الحاجات کو لازم پکڑ لو۔وہ تمہاری مصیبت لفظ کن اور ارادہ ومشیت سے فورا دور فرمادیں گے۔اسباب ووسائل، سب انہوں نے ہی پیدا فرمائے ہیں۔خویش واقارب اور ایک دوسرے کی یہ محبت وہمدردی تو لوگوں کے دلوں میں اس نے ہی ڈالی ہے۔پھر تم ان کا خیال رکھو، جب سب کا بھلا ہوگا تو تمہارا بھی بھلا ہوگا۔جب تم بیمار ہوگے تو کوئی تندرست انسان ہی تمہاری تیمارداری کرے گا۔جب تم غریب اور بھوکے ہوگے تو تمہارا مالدار وباحیثیت بھائی ہی تم کو کھانا کھلائے گا، تم کسی مصیبت کا شکار ہوگے تو وہی مددگار وغمگسار ہوگا۔اس لئے تم کو سماج میں، گھر میں اور ملک وملت میں اور دنیا میں سب کا بھلا سوچ کر اور سب سے مل کر انفرادی واجتماعی طور پر تگ ودو کر کے ایسے ماحول اور حالات بنانے چاہئیں جن میں انسان ایک دوسرے کے کام آسکے اور وقت پڑنے پر ہر طرح کے معاون ومددگار، لائق وباصلاحیت اور صالحیت سے متصف انسان کافی تعداد میں مل سکیں۔ورنہ سب کی زندگی اجیرن اور مایوس کن ومضطرب ہو کر برباد ہو جائے گی۔

آپ غور کریں کہ ہر کنبہ وقبیلہ اور سوسائٹی میں بیمار وتندرست دونوں طرح کے لوگ مل جاتے ہیں۔مالداروں کے ارد گرد غریبوں کا وجود بھی نظر آتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں غریب مالدار کے لیے رحمت ثابت ہوتا ہے۔مالدار غریب کے لئے مداوا ہوتا ہے۔اب اگر فرض کریں کہ کسی سوسائٹی میں سب یا اکثریت انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہو تو اس کی ضرورت کون پوری کرے گا؟ اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ کورونا وائرس کی آفت اور مصیبت کے زمانہ میں ایک بہت بڑی تعداد بہت سی جگہوں پر اور مختلف معاشروں میں ایسی بڑھتی جارہی ہے کہ جس کی ضرورت پوری کرنے والا نظر نہیں آرہا ہے۔جو کل خود ہی دوسروں اور اہل خانہ وخاندان کی دیکھ ریکھ اور کفالت کررہے تھے وہ ایک ایک دانہ وپانی کے محتاج ہیں۔دنیا کے اکثر ممالک حتی کہ بڑی طاقتوں اور مالدار ملکوں امریکہ ویورپ اور جزیرۂ عرب جیسے ملکوں میں بھی بے روزگاری اور وسائل وذرائع کے بحران پیدا ہوتے جارہے ہیں اور ان ملکوں سے خالی ہاتھ لوٹنے

والے لاکھوں مزدور وموظف اور کارکنان بے دست وپا ہوکر اور اپنے اپنے ملکوں میں واپس ہوکر مزید مصیبتوں اور پریشانیوں اور دردوالم کا سبب بنتے جارہے ہیں اور عموم بلویٰ اور مرگ انبوہ نے اس میں جشن کا سماں پیدا کرنے کے بجائے سانحات اور مشکلات کو حیران کن حدتک بڑھادیا ہے۔ ہمیں صرف ایک گاؤں میں دسیوں ایسے اشخاص وافراد اور خاندان ملے جو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں زندگی گذار رہے ہیں۔ گورنمنٹ نے ان کے لئے چند کلو اناج کا انتظام کردیا ہے جو بہرحال ان کے لئے بہت بڑا سہارا ہے۔ عام حاجات زندگی کیسے پوری ہوتی ہیں؟ ناگفتہ بہ ہیں۔ شادی بیاہ کے فرائض سے نمٹنے کے لیے کوئی غریب سے غریب انسان اٹھ کھڑا ہوتا تھا تو معاشرے میں دست تعاون دراز کرنے والے مل ہی جاتے تھے، مگر آج ہر طرح کے ضرورت مندوں کی اتنی کثرت ہے کہ آدمی سن سن کر پریشان ہے۔ بیماروں کی ایک قطار ہے جو روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ان کے دواعلاج کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ مددکرنے والوں کی قلت ہوتی جارہی ہے اور ضرورت مندوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ بے روزگاری اور چوری وچکاری جو نظر آتی تھی اب اس میں روزافزوں اضافہ ہی نہیں بلکہ وہ وباء عام کی طرح پھیل رہی ہے۔ پہلے سال بھر میں معدودے چند مسافر ایسے ملتے تھے جن کو زاد راہ مطلوب ٹھہرتا تھا، اب آئے دن ان کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ کورونا وائرس کی اصلی اقتصادی وسماجی مار ابھی پورے طور پر پڑی نہیں ہے اس کے باوجود مدرسوں کے مدرسین اور مسجدوں کے ائمہ نان شبینہ کو ترستے جارہے ہیں۔ پہلے بھی مدرسین کے مالی احوال اچھے نہ تھے مگر سوسائٹی اور ملک وملت کی بڑی چیز تھی کہ کہیں نہ کہیں سے آنکھ کا پانی بچ کر یا باعزت طریقے سے ان کی مدد ہوجاتی تھی۔ مگر اس وقت حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ کون کس کی مدد کرے؟ کب تک کرے؟ کس کس کی کرے؟ اور کہاں سے کرے؟ یہ سوالات بھیانک شکل اختیار کرتے جارہے ہیں۔

پہلے ایک غم تھا کہ ہمارے بہت سے بچے تعلیم وتربیت سے محروم ہیں۔ خود بربادی کی راہ پر لگ رہے ہیں اور معاشرے وسوسائٹی کے لیے بوجھ وناسور بن رہے ہیں۔ اب عالم یہ ہے کہ کورونا وائرس نے تمام بچوں کو ہی تعلیم سے محروم کردیا ہے۔ والدین لاکھ احتیاط اور بچاؤ کے باوجود بچوں کو بری صحبت سے بچانے میں ناکام ہوتے جارہے ہیں۔ ۹۹ فیصد بچے اور بسا اوقات بچیاں بھی تعلیم وتربیت سے محروم ہوکر طرح طرح کی سماجی وسوشل بیماریوں کا شکار ہورہی ہیں۔ اس طرح ہر میدان اور ہر سطح پر یہ مصیبت عموم بلوی اور مرگ انبوہ کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔ جس کے بعد "جشن دارد" نہیں، دنیا ماتم کدہ بنتی جائے گی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور حالات ہماری دسترس اور پکڑ سے باہر ہوجائیں گے۔ اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور حسرت وندامت، ذلت ونکبت اور ہائے وائے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ بلکہ ہر لمحہ اور ہر جگہ تباہی وبربادی کے وہ مناظر ہوں گے کہ الامان والحفیظ۔

آج مدارس حتی کہ بڑی مسلم تنظیموں کا حال اتنا ابتر ہوتا جارہا ہے کہ وہ اپنے وجود کو باقی رکھنا مشکل سمجھنے لگی ہیں۔ الا یہ کہ جنہوں نے زکوۃ ومالیات کا مضبوط منصوبہ اور سسٹم بنا رکھا ہے اور جن جمعیتوں میں مستقل تنخواہوں اور داخلی ضرورتوں کے لمبے اخراجات نہیں ہیں اور مریدوں، عقیدت مندوں اور مالداروں کی داد ودہش جاری وساری رہتی ہے، ان کے علاوہ جتنی بھی تنظیمیں اور جماعتیں ہیں وہ کسمپرسی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اور بے رحم وبدبخت اعداء کی شماتت اور عاقبت نااندیش زبانی جمع خرچ کرنے والے اور بے جا نقد وتبصرہ کرنے کے لئے ہمہ وقت منہ پھاڑے رکھنے والوں اور قلم جھاڑے رکھنے والے ہمدردوں کے طعنے کے علاوہ کچھ پانے والی نہیں ہیں۔ واللہ المستعان، فالله خير حافظا.

ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ وقت گذر جانے اور بے قابو ہونے سے پہلے اول مرحلے میں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے گھریلو اور محلے کی سطح پر ٹھوس انتظام کریں۔ جہاں آن لائن زوم ودیگر ذرائع کے ذریعہ تعلیم ہورہی ہے اس کو مؤثر بنانے میں اساتذہ ومنتظمین کے ساتھ والدین اور اہل خانہ اپنا بھرپور کردار ادا کریں بچوں پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ مدرسوں اور اسکولوں اور اساتذہ کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے کے مددگار، سچے خیر خواہ اور صلاح کار بنیں۔ کل جب کہ لاقدر اللہ آپ خود محتاج ہوجائیں اس سے پہلے آج ہی اپنی انجمنوں، تنظیموں اور مدرسوں کی خبرگیری کریں۔ بڑی تیزی سے بھوک مری اور بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں ہر سطح پر جدوجہد اور بیداری پیدا کریں۔

بیٹھے بے فکر کیا ہو ہم وطنو
اٹھو اہل وطن کے دوست بنو

☆☆☆

اقلیت اور اکثریت

مولانا اسعد اعظمی / بنارس

بہت سارے لوگ جب اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ وطن عزیز میں ہم اقلیت میں ہیں، ہم صرف بیس فی صد ہیں اور یہاں کے باقی ۸۰/فی صد غیر مسلم ہیں، تو ایک طرح سے فکرمندی اور مایوسی کا شکار ہوتے ہیں اور خدشات اور اندیشوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ شرعی اور تاریخی وسماجی اعتبار سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی اقلیت میں ہونا تشویش کی بات ہے؟ اور کیا تعداد کی قلت ہمیشہ شکست وریخت کا سبب ہوتی ہے؟

اس دنیا کی پوری آبادی کا جائزہ لیں گے تو دیکھیں گے کہ سیکڑوں ادیان ومذاہب اور رجحانات ومشارب کے لوگ اس کرہ ارضی پر بستے ہیں۔ عالمی پیمانے پر تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ عیسائی ہیں، دوسرے نمبر پر اہل اسلام ہیں۔ عالمی آبادی کے اعتبار سے بھی مسلمان محض ۲۰/فی صد ہی ہیں، بقیہ ۸۰/فی صد میں دوسرے مذاہب اور خیالات کے لوگ ہیں۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود عالمی پیمانے پر تعداد کی کثرت کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ پہلے نمبر پر مسلم ملک انڈونیشیا ہے، جہاں سب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں، اور دوسرے نمبر پر ہندوستانی مسلمان ہیں جو اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی مسلم اکثریت کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہیں۔

کتاب وسنت کی نصوص کے ساتھ حق اور اہل حق کی تاریخ کو سامنے رکھیں تو یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ ہمارے لیے اقلیت میں ہونا کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ ہم نے کبھی نہ تو تعداد کی کثرت پر بھروسہ کیا نہ قلت پر افسوس کیا۔ ہمارے لیے اصل چیز ایمان کی طاقت اور عقیدے کی مضبوطی ہے۔ اگر ہماری تعداد بہت زیادہ ہو، مگر ایمان اور عقیدہ وعمل میں کمزور ہوں تو تعداد کی کثرت ہمارے کام نہ آسکے گی۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ یہی بات سمجھائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ- سورہ بقرہ:۲۴۹﴾

بسا اوقات ایک چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔

یہاں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ غلبہ اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے، ہماری قلت یا کثرت سے نہیں۔

ایک مقام پر فرمایا: ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ- سورہ سبا:۱۳﴾ میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔

ایک جگہ ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ- سورہ ص:۲۴﴾ ایمان اور عمل صالح والے تھوڑے ہی ہیں۔

دوسری طرف اکثریت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ -سورہ یوسف:۱۰۳﴾ اے نبی! آپ کی خواہش کے باوجود لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں۔

﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ-سورہ انعام:۱۱۶﴾ اگر روئے زمین پر بسنے والوں میں سے اکثریت کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔

غزوہ حنین میں مسلمانوں کی تعداد ماضی کے مقابلے میں کچھ زیادہ تھی، کسی کی زبان سے اس طرح کی بات نکل گئی کہ آج ہم کثرت تعداد کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ -سورہ توبہ:۲۵﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، لیکن اس کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی....

اگر ہم عہد نبوی اور اس کے بعد میں ہونے والی جنگوں کے فریقین کی تعداد کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اکثر جنگوں میں مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے بہ مقابل کم رہی، جیسے غزوہ بدر میں مسلمان ۳۱۳، دشمن ۱۰۰۰، غزوہ احد میں مسلمان ۶۵۰، دشمن ۳/ہزار، غزوہ احزاب میں مسلمان ۳/ہزار، دشمن ۱۰/ہزار، غزوہ خیبر میں مسلمان چودہ سو، دشمن ۱۰/ہزار، غزوہ موتہ میں مسلمان ۳/ہزار، دشمن ایک لاکھ (یا دو لاکھ)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک لڑائی جلولاء کی لڑی گئی، اس میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور فارس کا لشکر جرار ایک لاکھ پر مشتمل تھا، اس میں سیکڑوں ہاتھی تھے جو ایرانی لشکر کے آگے آگے چلتے تھے، اس میں ایک سفید ہاتھی سب سے آگے تھا، پہلے امیر لشکر رستم کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ تم لوگ لوٹ جاؤ، اپنی

جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، ہر سپاہی اور امیر لشکر کو بطور انعام اتنی اتنی رقم دی جائے گی، مسلمانوں کے امیر لشکر نے فرمایا: "نَحْنُ نُحِبُّ الْمَوْتَ فِي سَبِيْلِ اللهِ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْحَيَاةَ" کہ ہم اللہ کے راستے میں موت کو اسی طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم کو زندگی عزیز ہے۔ فارس کے امیر لشکر رستم نے کہا: "فَإِنَّا لَا نَرىٰ مَعَكُم عَدَدًا وَلَا عُدَّةً وَلَا قُوَّةً وَلَا سِلَاحًا" کہ تمہارے پاس نہ گنتی میں کافی لوگ ہیں اور نہ ساز وسامان ہی ہے اور نہ قوت وہتھیار ہے۔

بالآخر جنگ جاری ہوگئی، ہاتھیوں کے قطار سے سفید ہاتھی آگے بڑھا اور دو چار مقابل میں آنے والے فوجیوں کو ہلاک کر دیا تو مسلمان فوجیوں کے اندر خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی، انہوں نے سوچا کہ یہ ہاتھیوں کی لڑائی ہے، آخر ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں؟

تو دو نوجوانوں میں یہ بات چیت ہوئی کہ تم کل ایک نیزہ لے کر سفید ہاتھی کی آنکھ میں بھونک دو اور میں ایک تلوار لے کر سونڈ پر اس طرح ماروں گا کہ سونڈ مستک سے کٹ کر الگ گر جائے گی، چنانچہ اس پروگرام سے دونوں نوجوان ہاتھی کے سامنے آئے، سفید ہاتھی کی آنکھ میں ایک نے نیزہ مارا اور دوسرے نے تلوار سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ سونڈ کٹ کر مستک سے الگ ہوگئی، سفید ہاتھی اپنے ہاتھیوں کی طرف بھاگا اور تمام ہاتھی فوجیوں کی طرف بھاگے جس سے فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلمان حملہ آور فوجیوں پر ٹوٹ پڑے، تمام میدان خالی ہونے لگا اور مسلمان صحابہ نے ان کا پیچھا مدائن ونہاوند تک کیا، مدائن ونہاوند بھی اسی وقت فتح ہوگیا۔ (ماہنامہ محدث بنارس شیخ الحدیث نمبر، جنوری-فروری ۱۹۹۷ء، ص: ۱۰۳-۱۰۴۔ بحوالہ: کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

یرموک کی جنگ کا معاملہ بھی بڑا عبرت ناک ہے، یہ جنگ باختلاف روایت ۱۳ھ (عہد صدیقی میں) یا ۱۵ھ (عہد فاروقی) میں لڑی گئی، اس میں مسلمانوں کی تعداد محض چالیس ہزار تھی، جبکہ ان کے مقابلے میں رومی دو لاکھ چالیس ہزار تھے لیکن وہ بری طرح شکست کھائے۔

میدان جنگ سے واپسی کے بعد رومی بادشاہ حد درجہ مغموم حالت میں اپنے فوجیوں کی شکست کا راز دریافت کرتا ہے، اس نے اپنے فوجیوں سے کہا:

"تم برباد ہو، مجھے یہ بتاؤ کہ جو لوگ تم سے جنگ لڑ رہے تھے کیا وہ تمہاری طرح انسان نہ تھے؟"

انھوں نے جواب دیا: ضرور، کیوں نہیں۔

بادشاہ کہتا ہے: یہ بتاؤ کہ تم زیادہ تھے یا وہ؟

انھوں نے کہا: ہر مقام پر ہم ان سے کئی گنا زیادہ تھے۔

بادشاہ پھر پوچھتا ہے: تب تم کیوں شکست کھاتے رہے؟

رومیوں کے عظیم لوگوں میں سے ایک معمر شخص نے کہا:

"اس وجہ سے کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں (تہجد پڑھتے ہیں) دن کو روزہ رکھتے ہیں، عہد کو پورا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور آپس میں انصاف کرتے ہیں، دوسری طرف ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، عہد شکنی کرتے ہیں، ظلم کرتے ہیں، ناپسندیدہ امور کا حکم دیتے ہیں، اور جن باتوں سے اللہ راضی ہوتا ہے ان سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔"

بادشاہ بولا: تو نے مجھ سے سچ بات کہی۔" (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ۱۵/۷-۱۶)

اس تجربہ کار رومی بزرگ نے عزت وذلت اور فتح وشکست کے بارے میں بالکل درست تجزیہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہونے کے باوجود کثیر تعداد کے دشمنوں پر اس لیے فتح پاتے ہیں کہ ان کے عقائد واعمال درست ہیں، وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا خیال رکھتے ہیں، اس لیے فتح وکامرانی ان کے قدم چومتی ہے، اور زمین پر ان کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسلمان اپنی تعداد سے نہیں بلکہ اپنے عمل اور کردار سے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ - سورہ انبیاء: ۱۰۵﴾ ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

یہاں واضح کر دیا گیا کہ اقتدار اور غلبہ وبرتری صالحیت کے ساتھ مشروط ہے، تعداد اور طاقت کے ساتھ نہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنىٰ عَلىٰ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ - سورہ اعراف: ۱۳۷﴾ جو لوگ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے ہم نے ان کو اس سرزمین کے پورب وپچھم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے، اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا، اور ہم نے فرعون کو اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ اونچی اونچی عمارتیں بنوائے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔

صبر واستقامت، تقوی وصالحیت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اس جیسی نیکیاں نصرت الٰہی کے حصول کا سبب بنتی ہیں، اور قلت تعداد کے باوجود مسلمانوں کو فتح وکامرانی کا تاج پہناتی ہیں۔ اس کے برعکس ہماری تعداد جتنی بھی زیادہ ہو جائے

اگر یہ صفتیں اور یہ خوبیاں ہمارے اندر نہیں ہیں تو خس وخاشاک اور کوڑے کرکٹ سے زیادہ ہماری حیثیت نہ ہوگی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”یُوشِکُ الأُمَمُ أنْ تَدَاعیٰ عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الأَکَلَۃُ إلٰی قَصْعَتِھَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیرٌ، وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ، وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ، وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰہُ فِيْ قُلُوبِکُمُ الْوَھْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ! وَمَا الْوَھْنُ؟. قَالَ: حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ.“ (سنن ابوداود: ۴۲۹۷، صحیح الالبانی)

ایسا وقت آنے والا ہے کہ دوسری امتیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کہ کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، ایک شخص نے کہا کہ کیا یہ ان دنوں ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم ان دنوں بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ”وھن“ ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وھن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔

ہر شخص جانتا ہے کہ اچھے لوگ کم ہی ہوتے ہیں، چنانچہ مسلمان دوسروں کی بہ نسبت کم ہیں، پھر مسلمانوں میں حق اور سنت کی پیروی کرنے والے کم ہیں۔ نمازی کم ہیں، دین پسند کم ہیں، ایمان دار کم ہیں.... الخ۔

وطن عزیز کے اندر اگرچہ ہماری تعداد کم ہے لیکن ہم اپنے اخلاق وکردار سے برادران وطن کا دل جیت سکتے ہیں، سچائی، ایمان داری، وعدہ وفائی، امانت داری، پڑوسیوں سے حسن سلوک، بیکسوں سے ہمدردی، کمزوروں کے ساتھ تعاون وغیرہ کے ساتھ بدسلوکی سے اجتناب، بے ایمانی، دھوکہ دھڑی، بدعہدی، امانت میں خیانت اور ان جیسے اعمال قبیحہ سے پرہیز کریں۔ اس سے لوگ ہمارے قریب آئیں گے اور ہمارے دین کے بارے میں اچھا تاثر قائم کریں گے۔

اسی طرح اقلیت میں ہوتے ہوئے ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم دوسروں کی بہ نسبت زیادہ محنت کریں، بالخصوص تعلیمی میدان میں، کیوں کہ اس میدان میں اپنے قدم مضبوط کرکے ہم بہت کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔ جب کہ زمینی حقیقت یہ ہے کہ تعلیم میں ہم دوسروں کے برابر ہونا تو دور کی بات ہے ان سے کافی پیچھے ہیں۔ اس سلسلے میں اسرائیل کو دیکھیے کہ یہودی پوری دنیا کی آبادی کا شاید ایک فی صد بھی نہیں ہیں، لیکن تعلیم اور محنت کے بل بوتے پر وہ پوری دنیا کی سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی رہنمائی انجام دے رہے ہیں اور اس قدر اثر ورسوخ بنا رکھا ہے کہ ہم اس کا تصور بھی شاید نہ کرسکیں۔

بحیثیت اقلیت ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین پر سختی سے قائم رہیں اور اپنے مذہب اور مذہبی تشخص کی اچھی طرح حفاظت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اکثریت سے مرعوب ہوکر یا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم اپنے عقیدے اور مذہبی شناخت سے دست بردار ہوجائیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا کوئی دنیوی فائدہ بھی نہیں، بلکہ یہ محض ایک فریب ہے۔ اس کی وجہ سے ہم دین ودنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰہِ بِسَخَطِ النَّاسِ کَفَاہُ اللّٰہُ مُؤْنَۃَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ وَکَلَہُ اللّٰہُ إِلَی النَّاسِ“ (سنن ترمذی: ۲۴۱۴، صحیح الالبانی)

جو شخص لوگوں کو ناراض کرکے اللہ کی رضا کا طلب گار ہو تو لوگوں سے پہنچنے والی تکلیف کے سلسلے میں اللہ اس کے لیے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی رضا کا طلب گار ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو اسے تکلیف دینے کے لیے مقرر کردے گا۔

ایک دوسری روایت میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

”مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰہِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، وَأَرْضٰی عَنْہُ النَّاسَ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَأَسْخَطَ عَلَیْہِ النَّاسَ“ (صحیح الترغیب والترھیب: ۲۲۵۰)

جو لوگوں کو ناراض کرکے اللہ کی رضامندی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کردیتا ہے، اور جو اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی رضامندی کا متلاشی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کردیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم قلت تعداد کو اپنی کمزوری اور بے وزنی کا سبب ہرگز نہ سمجھیں، شرعی تعلیمات نہ اس بات کی تائید کرتی ہیں اور نہ ہی تاریخی حقائق سے یہ بات سچ ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ ہماری بے وقعتی اور ذلت وپستی کا سبب ایمان وعمل اور اخلاق وکردار سے دوری ہے، ہمیں اس ناحیے سے اپنا محاسبہ کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان وعمل کی کمزوری کو دور کرنے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی ہدایت دے۔ آمین۔

☆☆☆

کورونا سے بچاؤ کے چھ مؤمنانہ اقدامات

عبدالمنان سلفی شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

دنیا میں پھیلی ہوئی کورونا نامی وبا کی ان دنوں ہر جگہ چرچا ہے۔اس وبا سے لوگوں کے اندر خوف وہراس کا ماحول ہے۔کوئی اسے ہنسی مذاق کا موضوع بنائے ہوئے ہے تو کوئی اس کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ناصحانہ رویہ رکھتا ہے۔اس کے علاوہ بھی مختلف مقاصد کے تحت مختلف مجالس میں اس وبا پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔

ایک مسلمان کے لیے ہر وقت اور ہر حال میں لازم وضروری ہے کہ ہر آفت ومصیبت کے وقت اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے اور جب بھی اس کے علاج ومعالجہ وغیرہ کے سلسلے میں گفتگو ہو تو اس کی طرف سے شرعی بنیادوں پر،اس کے سلسلے میں ہدایات واحتیاطات کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کے ڈر وخوف کا پاس وخیال ہونا چاہیے۔

اس سلسلے میں ہم یہاں چھ مؤمنانہ اقدامات کا ذکر کر رہے ہیں جن کی ان دنوں ہر شخص کی زندگی میں بڑی اہمیت وضرورت ہے:

۱۔اللہ سے رشتہ استوار کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا: ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے اپنا تعلق جوڑے رہے،اسی پر توکل وبھروسہ رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ تمام معاملات اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ یَہۡدِ قَلۡبَہٗ (التغابن:۱۱) ترجمہ:”کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔“

تمام امور اللہ کے اختیار میں ہیں۔ وہی نظام کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔اللہ کے علاوہ کوئی اور طاقت ایسی نہیں جو حفاظت وصیانت کا کام انجام دے سکے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ اِنۡ اَرَادَ بِکُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِکُمۡ رَحۡمَۃً (الاحزاب ۱۷) ترجمہ:”پوچھئے! تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے (یا تم سے روک سکے؟)۔“ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلۡ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوۡ اَرَادَنِیۡ بِرَحۡمَۃٍ ہَلۡ ہُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِہٖ (الزمر:۳۸) ترجمہ:”اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟۔“ ایک اور مقام پر فرمایا: مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا وَمَا یُمۡسِکۡ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ (فاطر:۲) ترجمہ:”اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔“

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔“ (ترمذی) ایک دوسری حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر کو زمین وآسمان بنانے سے پچاس سال پہلے ہی لکھ دیا تھا۔اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔(مسلم) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، قلم ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: لکھ۔قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیر لکھ۔(ابوداؤد) لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردے۔اس سے خیر کی امید رکھے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔ اپنی عافیت، حفاظت، شفاء، صحت وسلامتی کی امید صرف اپنے پروردگار سے رکھے۔ مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو ان سے گھبرائے نہیں بلکہ ان سے اللہ پر اور اس کے ایمان وتوکل میں مزید اضافہ ہو جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ہُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (آل عمران:۱۰۱) ترجمہ:”اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے سیدھا راستہ دکھا دیا گیا۔“

۲۔اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا: ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے کنارہ کش ہو کر اللہ کے احکام کی حفاظت کرے۔جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کا سامان فراہم کرے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔(ترمذی) اللہ کے اوامر ونواہی کی تعمیل کا خیال رکھنا بندے کی دنیا وآخرت دونوں میں حفاظت وعافیت اور سلامتی کا ذریعہ ہے۔اگر وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا یا کوئی آزار پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرمائے گا۔اسی سلسلے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:”مؤمن کا معاملہ بھی کس قدر عجیب وغریب ہے کہ ہر حال میں اس کے لیے بھلائی ہے۔اور یہ چیز مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوشی ملتی ہے تو

اس پر اللہ کا شکر بجالاتا ہے جس میں اس کے لیے بھلائی ہے۔اور اگر مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو وہ صبر کا دامن تھام لیتا ہے اور اس میں بھی اس کی بھلائی ہے۔'' (صحیح مسلم) معلوم ہوا کہ مومن خوشی میں، غم میں، آسودگی میں، تنگ دستی میں بہر حال خیر ہی خیر میں ہوتا ہے۔ یہ امتیاز مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

۳۔ذرائع کا استعمال: اسلامی شریعت میں اسباب وذرائع کے استعمال اور علاج ومعالجہ کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ علاج ومعالجہ توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔شریعت اسلامیہ میں جس طب وعلاج کا ذکر ہے وہ دو قسموں پر مشتمل ہے۔اول: احتیاطی تدابیر جو بیماری لاحق ہونے سے پہلے اختیار کی جاتی ہیں، دوم علاج ومعالجہ جس کی ضرورت بیماری میں مبتلا ہوجانے کے بعد پڑتی ہے۔ ہر ایک کے متعلق شریعت میں واضح ہدایات ہیں اور اسی طرح علاج، شفاء اور دوا کرانے کے اصول وضوابط موجود ہیں۔جن سے ایک مسلمان کی دنیوی واخروی سلامتی وحفاظت متحقق ہوجاتی ہے۔امام ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب طب نبوی کا مطالعہ کریں گے تو اس سلسلے میں ایسی عجیب وغریب باتوں کا انکشاف ہوگا جن کا اسلامی شریعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں ذکر ہے۔

(الف) احتیاطی تدابیر: اسلام نے بیماریوں سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ سماج ومعاشرہ جسمانی طور پر صحتمند رہے۔ ہر مرحلے میں اسلام نے پاکی صفائی ونظافت کا اہتمام کیا ہے۔ بدن، ہاتھ، دانت ناخن، بال، لباس، کھانے پینے کی اشیاء، راستوں، گھروں، شہروں، پانی کے وسائل جیسے کنواں ونہر، ان سب کی صفائی کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔متعدی امراض سے حفاظت کے لیے قرنطینہ، مریض کو الگ رکھنا، جہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہو نہ وہاں جانا اور نہ ہی وہاں سے بھاگنا، مریض کے پاس جانے سے پہلے اور وہاں سے نکلنے کے بعد ہاتھ سینیٹائز کرنا، دوا کا سہارا لینا ان سب باتوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔اشیاء خورد ونوش میں حلال وحرام کی پوری تفصیل ہے۔ چنانچہ مردار، خون، خنزیر کا گوشت، نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دیا گیا ہے۔غذائی نظام پر بھر پور روشنی ڈالی گئی ہے۔جسمانی صحت کے پیش نظر جنسی بے راہ روی، زنا، لواطت، مجرد زندگی گزارنے اور عورتوں سے دور رہنے، حالت حیض ونفاس میں عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حیض کی مدت ختم ہونے اور جماع کے بعد غسل کا حکم دیا گیا ہے۔جسم صحتمند وچاک وچوبند رہے اس کے لیے کشتی، گھڑ سواری، تیراکی کے ذریعہ جسمانی ورزش کی حوصلہ افزائی اور بیجا موٹاپا، سستی وکاہلی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

احتیاطی تدابیر کے ہی ضمن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو سات عجوہ کھجوریں صبح کھائے تو اسے پورے دن نہ تو اس پر کوئی زہر اثر کرے گا اور نہ ہی جادو۔ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ ہر دن صبح وشام تین تین بار یہ دعا پڑھے گا، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. ترجمہ: ''میں اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ابوداود، ترمذی) ان ہی سے ایک اور روایت مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھے گا وہ اس کی ہر چیز سے کفایت کریں گی۔ یعنی ہر آفت ومصیبت اور شر سے محفوظ رہے گا۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک اندھیری اور سخت تاریک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھنے نکلے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔راوی کا کہنا ہے کہ ہم آپ سے ملے تو فرمایا: بولو، میں کچھ نہیں بولا۔آپ نے پھر فرمایا: بولو، میں نے پھر بھی کچھ نہیں بولا۔آپ نے پھر فرمایا: کہو۔میں نے کہا کہ کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: صبح وشام تین بار قل ھواللہ احد اور معوذتین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مکمل) پڑھو، یہ ہر چیز سے تمہارے لئے کافی ہوں گی۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام ان دعاؤں کو پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ. ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا طالب ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے عفو ودرگذر کی، اپنے دین ودنیا، اہل وعیال، مال میں بہتری ودرستگی کی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ! ہماری ستر پوشی فرما۔اے اللہ! ہماری شرمگاہوں کی حفاظت فرما، اور ہمیں خوف وخطرات سے مامون ومحفوظ رکھ، اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے، اوپر سے، اور میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں اچانک اپنے نیچے سے پکڑ لیا جاؤں۔'' (ابوداود) اس دعا میں مختلف طرح سے بندے کے لیے پوری طرح حفاظت کا سامان ہے۔

(ب) دوا و علاج: علاج ومعالجہ کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ارشادات، پاکیزہ ہدایات اور نوع بنوع نسخے واضح انداز میں موجود ہیں۔ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو ان کے لیے شفاء کی دعا کی اور اس کے گھر والوں سے کہا: اس کے علاج کے لیے طبیب کو بلاؤ، لوگوں نے تعجب سے کہا: یہ آپ کہہ رہے

ہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر فرمایا: **تداووا عباداللہ فان اللہ لم یضع داء الاوضع معہ شفاء الاداء واحداقالوا ماھو؟ قال: الھرم.** (''اے اللہ کے بندو! دوا کراؤ کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں رکھی ہے مگر اس کے ساتھ شفاء بھی رکھی ہے ،سوائے ایک بیماری کے پوچھا وہ کون سی ہے ؟ کہا بڑھاپا۔) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جب بیمار ہوتے تو اپنا علاج خود نہیں کرتے بلکہ اطباء کو اپنے علاج کے لیے طلب کرتے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری عمر میں بیمار ہوتے تو آپ کے پاس عرب اطباء آتے تو آپ کے علاج کے لیے نسخے تجویز کرتے ۔(مسند احمد) اس سلسلے میں تفصیل کے لیے علامہ ابن القیم کی کتاب زاد المعاد کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے بیماری سے متعلق احتیاطی تدابیر کی جانب بھرپور توجہ دی ہے جبکہ علاج ومعالجہ کے موضوع کو لوگوں پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دین میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی حکمت کے تحت کیا گیا ہے۔ علاج ومعالجہ یا امراض کی تشخیص نیز ان کے لیے نسخہ تجویز کرنا یا جراحی کا عمل اختیار کرنا یہ دینی عمل نہیں ہے۔ احتیاطی تدابیر ہر زمان ومکان کے مناسب حال ہیں جبکہ علاج ومعالجہ کے سلسلے میں نئے نئے انکشافات وریسرچ ہوتی رہتی ہیں لہٰذا اسلام نے امت مسلمہ کو کسی معین علاج کا پابند نہیں کیا کہ وہ ہر زمانے میں اسی سے چمٹے رہیں اور نئے نئے تجربات اور نئی ایجادات سے مستفید نہ ہوں۔

۴۔افواہوں سے ہوشیار رہیں: ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ جھوٹی افواہوں کے پیچھے نہ لگے کیونکہ بعض لوگ ایسے موقع پر عجیب عجیب قسم کی باتیں بڑھا چڑھا کر نقل کرتے رہتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ افواہیں جب عام ہوتی ہیں تو لوگوں میں ڈر وخوف پیدا ہوجاتا ہے جن سے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ افواہوں کے پیچھے نہ لگے کہ اس طرح سے اس کا ایمان ویقین اور اللہ پر بھروسہ متزلزل ہوجائے۔

۵۔صبر کریں اور ثواب کی نیت رکھیں: ایک مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے چاہے اس کا تعلق اس کے جسم سے ہو یا اس کے اہل وعیال واولاد میں یا مال وکاروبار وغیرہ میں ہو، پھر اگر وہ اس پر صبر کرے گا اور ثواب کی نیت رکھے گا تو یہ اس کے لیے بلندی درجات کا سبب بنے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرۃ:۱۵۵۔۱۵۷) ترجمہ: ''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس لیے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ اس کا شکوہ، اس کے رونے، گڑگڑانے، عاجزی وانکساری، اس کی دعا ومناجات اور اس کے قضا وقدر پر راضی برضا الٰہی ہونے کا مشاہدہ کرے۔ جب اس کے بندوں پر کوئی آزمائش آتی ہے تو وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی دیکھتا ہے اور دلوں میں جو بھید چھپائے ہوئے ہوتے ہیں اس کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر نیت کے مطابق اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ لہٰذا بندے کو جب بھی کوئی مرض لاحق ہو یا کوئی آفت مصیبت آگھیرے یا مالی بربادی کا سامنا کرنا پڑے تو اسے چاہیے کہ اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھے اور صبر کا دامن تھامے رہے نیز راضی برضا الٰہی رہے تاکہ ثواب کا مستحق بن جائے اور جسے بیماری سے شفا مل جائے تو اس پر اللہ کی تعریف کرے تاکہ اللہ کے شکر گزار بندوں میں شامل ہو کر ثواب کا حقدار بن جائے۔

۶۔سب سے بڑی مصیبت وآفت: درحقیقت سب سے بڑی مصیبت وہ ہے جو دین کے سلسلے میں آتی ہے۔ یہ دین ودنیا دونوں کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ یہ خسارے وگھاٹے کی انتہا ہے جس میں کوئی فائدہ ہے ہی نہیں اور ایسی محرومی ہے کہ جس کی کوئی طمع کر ہی نہیں سکتا۔ جان ومال پر آنے والی مصیبت کے وقت جب بندہ کے ذہن میں اس مصیبت کا خیال آئے تو اپنے دین وایمان کی سلامتی پر وہ اللہ کا شکر بجالائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے: قاضی شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو میں اس پر اللہ کا چار بار شکر بجالاتا ہوں (۱) ایک اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا۔ (۲) دوسرے اس بات پر کہ اس نے مجھے اس مصیبت پر صبر کرنے کی توفیق بخشی۔ (۳) تیسرے اس وجہ سے کہ اس نے مجھے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی توفیق بخشی کیونکہ اس ذریعے سے بھی مجھے ثواب کی امید ہے۔ (۴) چوتھے اس بات کے لیے کہ یہ مصیبت میرے دین کے معاملے میں نہیں آئی ہے۔'' کیونکہ اگر دین کے معاملے مصیبت آئے گی تو دین برباد ہوجائے گا اور اس سے بڑی بربادی کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کا حامی وناصر ہو، دین ودنیا کے معاملے میں خیر وعافیت رکھے، وہ خوب سننے والا، اپنے بندوں سے قریب اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

(شیخ عبدالرزاق عبدالمحسن البدر کے ایک مقالے سے مستفاد)

☆☆☆

دو تاریخی اور عظیم کارناموں کے بارے میں

ایک بڑی خوشخبری اور پُرزور اپیل

پیارے بھائیو! اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں چوتھی منزل کا کام چھت تک پہنچ چکا ہے اور اہل حدیث کمپلیکس کی دوسری منزل کی چھت کی ڈھلائی آپ کے صدقۂ جاریہ کی منتظر ہے۔ ان ہر دو عظیم اور تاریخی کارِ خیر میں ہر فرد سے فوری مدد کی اپیل ہے۔ اس عظیم یادگار اور صدیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل اور خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کیا آپ سو پچاس اور دس روپئے بھی بھیجنے سے معذور ہیں؟

پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر حاضر خدمت ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

صحت وتندرستی: ایک عظیم نعمت

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ
9934671798

صحت وتندرستی بیش بہا نعمت اور عظیم تحفہ ہے۔یہ تمام ترقیوں کی شاہ کلید ہے۔ اس نعمت عظمیٰ سے محروم شخص کے سامنے دنیا کی ساری رنگینیاں اور انواع واقسام کی نعمتیں سب ہیچ ہیں۔وہ انفرادی واجتماعی سطح پر اپنا کوئی کردار ادا کرسکتا ہے اور نہ ہی معاشرے کی تعمیر وترقی اور خوشحالی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ایک بیمار شخص کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ بیماری کے چنگل سے آزاد ہوجائے اور تندرست وتوانا بن جائے۔چاہے اس کی جو بھی قیمت ادا کرنی پڑ جائے۔لیکن صحت وہ نعمت ہے جو اگر چھن جائے تو دنیا کے خزانے خرچ کرکے بھی یہ نعمت واپس نہیں لے سکتے۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے اور جان ہے تو جہان ہے۔

آج کا انسان مختلف قسم کے عوارض، امراض، آفات اور وباؤں سے گھرا ہوا ہے خاص طور پر کرونا جیسی بڑی مصیبت، جان لیوا اور خطرناک مرض اپنی تمام تباہیوں، ہلاکتوں کے سبب دنیا کے لئے تازیانہ عبرت بن چکا ہے۔اور انسانی تہذیب کا کارواں زندگی کی آخری سانسیں گننے لگا ہے۔ان کے لیے کشتی جان کو سلامت رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔

اسلام دین کامل وشامل ہے۔اس کے تمام اصول وقوانین بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح پر مبنی ہیں اور یہ ہر زمان ومکان کے لئے قابل عمل، صالح واکمل ہے۔یہ انسان کو صحت منداور وباؤں وبیماریوں سے دور ومحفوظ دیکھنا چاہتا ہے اور حفظان صحت کے ایسے سرمدی اصول پیش کرتا ہے جو تحفظ انسانیت اور تحفظ جان ومال اور دین و ایمان کا ضامن ہے۔یہ صحیح ہے کہ حفظان صحت کے لیے متوازن غذا، ورزش، ذہنی و دماغی سکون، علاج واحتیاط، آلودگی سے پاک فضا بے حد ضروری ہیں۔یہ چیزیں ہماری زندگی کو پرسکون اور صحت مند بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ہمارا دین ہمیں پاکیزگی اور طہارت کا حکم دیتا ہے۔وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا جسم، ہمارا گھر، ماحول بلکہ انسان کی پوری زندگی پاک وصاف ہونی چاہیے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرة:222)"اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔اسلام میں صفائی کو نصف ایمان کا درجہ حاصل ہے الطهور شطر الایمان (مسلم) عالمی سطح کے اداروں کے مطابق کرونا وائرس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ہاتھ دھوئیں، غسل کریں، کپڑے صاف رکھیں، یہ ایسی باتیں ہیں جس کا حکم اسلام نے ہمیں دیا ہے۔سوکر اٹھو تو ہاتھ دھولو، وضو کرو، ہر وضو اور نماز کے وقت مسواک کرلیا کرو، یہ وضو جو ذاتی نظافت وصفائی کا سب سے انمول طریقہ ہے۔عام طور پر لوگوں کو نزلہ، زکام اور فلو اس لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ گندے ہاتھوں سے اپنی ناک یا آنکھوں کو ملتے ہیں۔وضو کرنے سے جراثیم مرتے ہیں، پسینے کی بدبو ختم ہوتی ہے، تازگی پیدا ہوتی ہے اور خون کے دوران کو تقویت ملتی ہے۔یہ آدھا غسل ہے جسے ہم پانچ مرتبہ کرتے ہیں۔

اسی طرح غسل کرنے کے جو فوائد صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں، اس کی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے غسل کے ذریعے بدن کی پاکی وصفائی کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ اسلام کے علاوہ کسی مذہب نے نہیں کیا ہے۔

اسلام نے غسل جنابت کو فرض قرار دیا۔حیض ونفاس کے خاتمے پر عورتوں کو غسل کرنے کی تاکید کی اور ان دونوں غسل میں بدن کو رگڑ رگڑ کر دھونے اور قاعدہ سے پانی بہانے کا حکم اسلام کے دین نظافت ہونے پر شاہد عدل ہے۔

اسلام نے جو عبادتیں فرض کی ہیں، روزے اور نماز اس کے خوشگوار اثرات ہماری صحت وتندرستی پر مرتب ہوتے ہیں۔اس نے جو چیزیں حلال کی ہیں وہ ہماری صحت کے لیے مفید ہیں، اور جن خبیث وناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جیسے شراب وخنزیر اور نشہ آور اشیاء وہ ہماری صحت کے لئے مضر ومہلک ہیں۔ان کے استعمال سے جسم کو بڑی خطرناک بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔کھانے پینے میں اعتدال، دوا وعلاج کی ترغیب، شادی ونکاح کا حکم، صفائی وپاکیزگی کی تاکید صحت کے تعلق سے اسلام کے یہ زریں اصول ہیں۔

آج کرونا وائرس کا قہر عام ہے۔کتنے لوگ اس سے جاں بحق ہوگئے ہیں۔ایسے موقع پر اگر آپ گھر پر محفوظ ہیں، امن وامان کے ساتھ ہیں، جسم بیماری سے پاک ہے، گھر میں خورد ونوش کے اسباب مہیا ہیں تو رب کریم کا احسان مانیے اور سر اس کے در پر جھکا دیجئے۔آپ بڑے خوش نصیب ہیں، غنی ودھنی ہیں۔یہ سمجھیں کہ دنیا آپ کے قدموں کے نیچے آگئی ہے۔یہ تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں من أصبح منكم آمنا في سربه معافى في جسده، عنده قوت يومه، فكأنما حيزت له الدنيا (ترمذی:2346)"یعنی تم میں سے جس نے بھی اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھر میں امن وامان سے ہے، اس کا جسم بیماری سے محفوظ ہے اور دن بھر کی روزی اس کے پاس محفوظ ہے تو گویا اس کے لیے پوری دنیا سمیٹ

دی گئی ہے"۔

نعمت امن وصحت کو پاکر ہم اس کے شکر گزار بنیں، مطیع وفرماں بردار ہو جائیں، جو عظیم طاقت وقدرت کا مالک ہے۔ جس کے ایک معمولی جھٹکے سے دنیا والوں کی عقلیں گم ہیں، ان کی گردنیں جھکی جھکی سی نظر آرہی ہیں، وہ ڈرے سہمے ہیں اور ان کے لہجے بدل گئے ہیں بلکہ وہ قدرت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ اگر اب بھی نہ جاگے، اپنی سوچ و مزاج کو نہیں بدلا، زندگی کا قبلہ درست نہیں کیا اور اسلام کی حقیقی روح سے زندگی میں تابندگی پیدا نہیں کی تو قادر مطلق اور عزیز ذوانتقام کی مضبوط گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ اور جس طرح اقوام ماضیہ، قوم سبا، قارون، یہود وغیرہ رب کی ناشکری کی وجہ سے چین وسکون سے محروم، عذاب الٰہی کے شکار اور داستان پارینہ بن کررہ گئے۔

اور عصر حاضر کے طاقتور ممالک جو اپنے غرور کے نشے میں دنیا کو سبق سکھانے کی بات کرتے تھے وہ کرونا (غیر مرئی وائرس) کے سامنے چت ہوگئے اور لاشیں گننے لگے۔ ان کا سارا نشہ اتر گیا اور اللہ جل جلالہ نے یہ سمجھا دیا کہ جب قدرت کو جلال آئے گا تو تمہارا نقشہ بگاڑ دینے اور قصہ پارینہ بنا دینے میں دیر نہیں لگے گی۔ اسی طرح اللہ کے بندو اگر ہم نے قدرت سے بغاوت کی، تمردوسرکشی کی راہ اختیار کرتے رہے، رب کی ناشکری کی تو ہمیں اس کی پکڑ سے اور اس کے غضب وعذاب سے ڈرنا چاہیے اور اگر ہم اس کے وفادار واطاعت گزار رہے، بندہ شکر گزار بن کر زندگی گزاری تو عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے اور اس کی گوناگوں نعمتوں سے شادکام ہوکر پاکیزہ زندگی امن وامان کے ساتھ گزاریں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ'' (ابراھیم:7)

"اگر تم شکر گزار بنو گے تو تم کو مزید نعمتوں سے نوازے گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

☆☆☆

حیدرآباد وسکندرآباد کے
سیلاب متاثرین کے لیے دعا وراحت رسانی کی اپیل

تلنگانہ وآندھراپردیش کے اضلاع خصوصا تاریخی شہر حیدرآباد وسکندرآباد میں حالیہ چند دنوں سے جاری موسلا دھار بارش کی وجہ سے معمولات زندگی پوری طرح درہم برہم ہوگئے ہیں۔ جان ومال، مویشی، دیگر املاک اور زراعت کا شدید نقصان ہوا ہے۔ مکان ودکان تباہ وبرباد ہوگئے ہیں۔ بہت سے لوگ خانما برباد کھلے آسمان تلے اونچے مقامات پر پناہ گزیں ہیں اور اشیاء خوردونوش اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کے لیے محتاج ہوگئے ہیں اور اہل خیر حضرات کی دعا وامداد کے منتظر ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں تمام اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں اپنے سیلاب متاثرین بھائیوں کے لیے دعا کریں اور ان کی بھرپور امداد اور راحت رسانی کا سامان کرکے انسان دوستی کا ثبوت فراہم کریں اور عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد اول دن سے سیلاب متاثرین کے بچاؤ، امداد اور راحت رسانی میں لگی ہوئی ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بھی اس سلسلے میں امکانی حد تک امداد وراحت رسانی کے لیے کوشاں ہے اور تمام متاثرین کے دکھ درد میں شریک ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو اور اس آفت سے جلد از جلد نجات دے۔ آمین

اپیل کنندگان: جملہ ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c 629201058685 (ICICI Bank)

IFSC Code:ICIC0006292 Branch:Chandni Chowk, Delhi-110006

قرآن سے صحابہؓ کا شغف

مولانا محمد شوکت شمیلوی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھی تھے۔ ہر وقت آپ کی صحبت میں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے فوراً تسلیم اور تعمیل کرتے اسی شرف سے انہیں صحابہ کا لقب ملا۔ یہ بلند مرتبہ انہیں ایمان واخلاص، صبر و توکل، اخلاق وکردار، قربانی اور دین کے لیے اپنے تمام معاملات کو ترک کرنے اور اللہ اوراس کے رسول کے قول سے شغف رکھنے کی وجہ سے ملا اوراس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دین صحابہ کرام کے عمل پیہم، جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کی وجہ سے ہمارے پاس اپنی اصل اور محفوظ شکل میں پہنچا ہے۔ قرآن جیسی بیش قیمت اور مقدس کتاب نیز آں حضرت ﷺ کے فرمودات وارشادات کا ذخیرہ ہم تک نہ پہونچ سکتا اگر انہوں نے آنے والی نسل کو یہ سرمایہ پوری امانت داری اور دیانت داری سے منتقل نہ کیا ہوتا۔ امت محمدیہ پر صحابہ کرام کا یہ بہت بڑا احسان ہے اوراس احسان کا بدلہ تو بس اللہ ہی دے سکتا ہے۔

قرآن مجید سے محبت والفت صحابہ کرام کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی صحابہ کرام کی اس محبت والفت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ بلکہ اس حالت میں قرآن مجید ہی ان کے لیے مایہ تسکین ہوتا تھا اس خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے کہ سننے والوں پر محویت طاری ہوجاتی تھی۔ حضرت موسیٰ اشعری جب حضرت عمرؓ کی خدمت اقدس میں آتے تو فرماتے کہ ہمیں خدا کا شوق دلاؤ وہ قرآن کی تلاوت کرتے اور اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے۔ حضرت ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ ابوموسیٰؓ ہم کو فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو جی چاہتا کہ کاش پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالتے جہاں کہیں بھی خوش الحان قاری ہوتا، صحابہ کرام وہاں پہنچتے اور نہایت ہی ذوق وشوق سے سنتے۔ حضرت عبداللہ بن سائبؓ کے پاس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قرآن کی قرأت خوش الحانی سے کرتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ قرآن غم کے ساتھ اترا ہے اس لیے جب پڑھو تو، روؤ اگر نہیں روتے تو رونے کی صورت بناؤ اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھو۔ (ابن ماجہ) اس روایت کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

صحابہ کرام تلاوت کی حالت میں قرآن مجید کے ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت مصعب بن سعیدؓ کا بیان ہے کہ میں ہاتھ میں قرآن مجید لیے ہوا تھا اور سعد بن وقاصؓ تلاوت فرمارہے تھے۔ میں نے بدن کھجلایا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا شاید تم نے اپنی شرمگاہ کا مس کیا میں نے کہا ہاں بولے جاؤ وضو کر کے آؤ۔ (موطا امام مالک، کتاب الصلوۃ، باب الوضوء من مس الفرج)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قرآن تلاوت کرتے تو جب تک فارغ نہ ہو جاتے کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی آوازیں بلند ہوگئیں تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:۲) اس آیت کے نازل ہونے پر دونوں حضرات اس قدر آہستہ بولتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھنا پڑ جاتا تھا کہ کیا کہا؟

حفاظ کرام: صحابہ کرامؓ کو قرآن سے اتنا شغف تھا کہ انہوں نے آپ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کو جوں کا توں حفظ کرلیا تھا بہت سے صحابہ کرام ایسے تھے جنہیں پورا قرآن حفظ تھا جبکہ بعض صحابہ بیشتر حصہ یاد کرچکے تھے۔ طوالت کے خوف سے ان کے اسماء گرامی ذکر نہیں کیے جارہے ہیں۔ ان میں آزاد بھی تھے اور غلام بھی نیز عورتیں بھی شامل تھیں۔

تعلیم قرآن: اگرچہ صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ معظّمہ کے ہی زمانے سے شروع کردیا تھا چنانچہ مصعب بن عمیرؓ اور ابن مکتومؓ قرآن مجید کی تعلیم دینے پر مامور تھے لیکن ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں مستقل درس قائم ہوگیا ایک شخص قرآن پڑھتا بقیہ لوگ بغور سنتے جو لوگ اس تعلیم کو حاصل کرتے تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار کچھ لوگ باہر سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں آپ نے ستر صحابہ کو جو قراء کے نام سے مشہور تھے ساتھ بھیج دیا لیکن ان لوگوں نے دھوکہ دے کر بئر معونہ کے پاس قراء کے اس مقدس گروہ کو شہید کردیا۔ قرآن کی تعلیم کے سلسلے میں انصار کا گھر تو مکتب ہی بن گیا تھا۔ باہر سے مہاجر آتے اور انصار ان کی مہمانداری کیساتھ محنت سے قرآن پاک کی تعلیم دیتے۔ چنانچہ وفد عبدالقیس آیا تو ان کی جدوجہد اور خوش اخلاقی کو اعتراف کرتا ہوا واپس گیا۔ ''ان الانصار یعلمون کتاب ربنا وسنة نبینا''(مسند جلد۲، ص، ۴۳۲) عبادہ بن صامتؓ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ میں تعلیم قرآن کو رواج دے رہے تھے بہت سے تابعین حضرات ابی بن کعبؓ سے فیضاب ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو قرآن مجید سے اتنا شغف تھا کہ قرآنی تعلیمات کی

توسیع واشاعت کے لیےمختلف ذرائع اختیار کیے روزمرہ کی ضروری سورتوں یعنی بقرہ، نساء، مائدہ، حج اورنور کی نسبت حکم دیا کہ تمام مسلمانوں پران کا سیکھنا لازمی ہوگا کیونکہ ان میں احکام وفرائض مذکور ہیں (کنزالعمال) عمال کولکھ بھیجا کہ جولوگ قرآن کریم تعلیم حاصل کر چکے ہیں ان کو بھیج دیں تاکہ تنخواہ مقرر کردی جائے۔قرآن کے شیدائیوں کی ان تدابیر سے قرآن مجید کی تعلیم نے بتدریج وسعت حاصل کر لی۔ایک مرتبہ خراج کا مال کچھ بچ گیا تو حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو حکم دیا کہ طلباء قرآن کے اندر تقسیم کردی جائے دوسرے سال بھی یہ صورت پیش آئی تو حضرت سعدؓ نے لکھا کہ پہلے سال تو صرف سات آدمی تھے اس سال تو ستر ہیں (اصابہ تذکرہ شبر بن ربیعہ) ایک مرتبہ عمر نے ابوموسیٰ اشعری کولکھا کہ میرے پاس کچھ حفاظ کرام کو بھیجو تاکہ میں مختلف جگہوں میں انہیں معلم بنا کر بھیجوں ابوموسیٰ اشعریؓ نے لکھا کہ میری فوج میں تین سو سے زائد حفاظ موجود ہیں۔(کنزل العمال)

حضرت عمر نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی نہایت اہتمام کیا ہرجگہ تاکیدی حکم بھیجا کہ قرآن مجید بصحت تلفظ پڑھا جائے ساتھ ہی لغت کا علم بھی ہونا چاہیے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے تھے کہ قرآن پڑھو اور سیکھو آنحضرتﷺ کی قرأت کے مثل ترتیل سے پڑھو اگر میں ایک سورت ترتیل سے پڑھوں تو زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں سارے قرآن کو بغیر ترتیل کے پڑھوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آذربائیجان، آرمینیہ فتح ہوا تو کچھ لوگوں کو اشاعت قرآن کے لیے مامور کردیا گیا جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ حضرت علیؓ کے دورخلافت تک وہ لوگ مسلمان ہوکر قرآن مجید کی تعلیم سے بہرور ہو چکے تھے حضرت علیؓ کی نسبت ایک روایت آتی ہے کہ انہوں نے طلباء قرآن کے وظیفے دو ہزار مقرر کردیے تھے۔

حضرت معاویہؓ کے دور میں جب قبرص فتح ہوا تو قرآن مجید کی تعلیم واشاعت کی خاطر صحابہ کو متعین کردیا صحابہ تو ذاتی طور پر بھی تعلیم دیتے تھے اور کوفہ شام میں عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک مستقل درس ہوتا تھا چنانچہ اس حلقہ کے لوگ شام میں آئے تو حضرت ابودرداءؓ ان سے قرآن سنتے۔

جمع وترتیب قرآن: قرآن پاک آج جس شکل میں ہمارے موجود ہے یہ کئی مراحل سے گذر کر ایک جامع شکل میں منظرعام پر آیا قرآن پاک کی تدوین کی شروعات حضور اکرمﷺ کے عہد ہی میں ہو چکی تھی کیونکہ اسلام کی بقاء اور قیام قرآن مجید کے بقاء اور قیام پر موقوف ہے۔جو آیتیں نازل ہوتیں کاتبان وحی فوراً انہیں لکھ لیتے وہ صحابہ جنہوں نے کتابت قرآن کی خدمت انجام دی ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے بعض کا کہنا ہے کہ چھبیس تھے لیکن حلبی نے سیرۃ العراقی کے حوالے سے ان کی تعداد ۴۲ لکھی ہے مخصوص کاتبان وحی کے اسماء گرامی یہ ہیں خلفاء اربعہ، عامر بن فہیرہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، ثابت بن قیس بن شماس، مغیرہ بن شعبہ، زبیر بن العوام، خالد بن ولید، علاء بن الحضرمی، عمرو بن العاص، عبداللہ بن الحضرمی، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ اور لکھنے کے بعد جو مجموعہ ہوتا تھا وہ رسول اللہﷺ کے مکان کے میں رکھا جاتا تھا۔قرآن سے اتنا شغف تھا کہ خود بھی اس کی نقل رکھ لیتے تھے لیکن اس وقت قرآن مجید منظم شکل میں مرتب نہ ہوسکا۔

جب رسول اللہﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے خلیفہ بنائے گئے۔اسی زمانہ میں جنگ یمامہ کا واقعہ پیش آیا اس میں زیادہ تر صحابہ اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔اس معرکہ میں ایک ساتھ ستر صحابہ شہید کردئے گئے۔تو حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے جمع کرنے کی فکر لاحق ہوئی اور فوراً انہوں نے اپنی عرضداشت حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیش کردی کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوجائے گا۔لیکن چونکہ نئی بات تھی تو ذرا جھجکے کہ جو کام اللہ کے رسول نے نہ کیا اس کو کیسے کروں بالآخر اللہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شرح صدر فرمایا پھر حضرت عمرؓ کی موجودگی میں کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو طلب فرمایا اور تمام حقیقتوں سے باخبر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم جوان اور عقل مند ہو اور حضور کے پاس وحی لکھا کرتے تھے اس لئے یہ ذمہ داری سپرد کرتا ہوں حضرت زید بن ثابتؓ بھی کچھ جھجکے لیکن اللہ نے ان کو بھی شرح صدر عطا فرمایا اور راضی ہوگئے انہوں نے اپنی ذات کو صرف اس مقصد کے لئے وقف کردیا حضرت زیدؓ نے قرآن سے محبت کے پیش نظر جمع کرنے کے چند اصول بنائے۔(۱) جس شخص نے حضور اکرمﷺ سے کچھ بھی قرآن زبانی سیکھا یا حضور نے اسے تحریر کروایا وہ حضرت زیدؓ کو سنادے یا تحریر دے دے (۲) حضرت زید بن ثابتؓ صرف اسی تحریر شدہ آیت کو قبول فرماتے جو حضور کے سامنے بیٹھ کر لکھی گئی ہو۔(۳) جو کوئی تحریری آیت ملتی اس کو حفاظ کرام کے حفظ سے تقابل کر کے قبول فرماتے نہ تو تنہا تحریر پر ہی اعتماد کرتے اور نہ صرف کسی کے حافظہ پر (۴) حضرت زید کسی سے بھی اس وقت کوئی آیت کو قبول نہ فرماتے جب تک کہ اس پر دو گواہ رسول اللہﷺ سے سماعت یا کتابت کی گواہی نہ دیدے۔غرض کہ ان اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن پاک کو ایک مصحف میں جمع کر کے محفوظ فرمایا اور اس مصحف کو اپنے پاس بھی محفوظ فرمالیا پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اس مہم میں بے حد دلچسپی لی۔

جب خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مملکت اسلامیہ میں مزید وسعت پیدا ہوگئی تو مختلف اقالیم میں اختلاف پیدا ہوگیا ہر اقلیم اپنی ہی لغت اور لہجہ کو قابل اعتماد اور بہتر سمجھتا اس اختلاف کو دور اندیش صحابہ فوراً بھانپ گئے چنانچہ سب سے پہلے حذیفہ بن الیمانؓ نے اس خطرے کو محسوس کیا اور حضرت عثمانؓ کو باخبر کرتے ہوئے کہا اے امیرالمومنین لوگوں نے قرآن کی قرأت میں اختلاف کر رکھا

ہے مجھے خدشہ ہے کہ امت محمدیہ یہود و نصاری کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف نہ پیدا کرلے اس لئے آپ فوراً قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس خطرہ کو محسوس کیا اور فوراً اس کے مداوا کے لئے حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف منگوایا اور حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن زبیر، سعید بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ آپ لوگ قرآن مجید کو جمع اور ترتیب دیں چنانچہ ان لوگوں نے پوری مستعدی سے اپنے اصول وقوانین کے ساتھ جمع وترتیب کا کام انجام دیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ تو خود بھی حافظ تھے لیکن اپنی یادداشت پر قناعت نہ کی بلکہ دوسروں سے بھی استفادہ کیا اور پھر حضرت عثمانؓ نے یہ مرتب مصحف بڑے بڑے اسلامی شہروں مثلاً مکہ، شام، یمن، بحرین، کوفہ اور بصرہ میں روانہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا اور اللہ کا قول صادق آیا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) قرآن مجید کی اسی خدمت اور محبت کی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے قرآن پڑھنے کے جرم میں اپنے بہن و بہنوئی کو اس قدر مارا کہ لہولہان ہوگئے اور قرآنی محبت نے بہن بہنوئی کو یہ بولنے پر مجبور کردیا جس کو حفیظ جالندھری کی زبانی پڑھئے۔

بہن بولی عمر ہاں اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
مگر ہم اپنے دین حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

حضرت مرثد الغنویؓ کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے کمزور مسلمانوں کی جماعت کو نکال لائیں جب آپ وہاں پہونچے تو ایک عورت نے جو صاحب جمال و صاحب مال تھی اپنے آپ کو پیش کیا لیکن آپ نے خوف الٰہی کی بنا پر انکار کردیا جب اس نے نکاح کرنا چاہا تو آپ نے خواہش مندی کا اظہار کردیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی اجازت پر موقوف رکھا جب آپ مدینہ آئے تو اپنا معاملہ اللہ کے رسول کے پاس بیان کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَاتَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (البقرہ:۲۲۱) اس آیت کا سننا تھا کہ آپ نے نکاح سے انکار کردیا۔ جب آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدہ:۹۱) نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بیساختہ پکار اٹھے۔ انتھینا ہم باز آئے (ابوداؤد کتاب الاشربۃ ص ۵۱۷) حضرت انس سے روایت ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے میں حضرت طلحہ کے گھر کے لوگوں (ابوعبیدہؓ، ابوطلحہؓ، ابی بن کعبؓ) کو شراب (خمر) پلا رہا تھا کہ اتنے میں ندا آئی کہ شراب حرام کردی گئی تو ابوطلحہؓ نے کہا کہ شراب انڈیل دو پھر پوچھنا ہی کیا قرآن سے محبت رکھنے والوں نے مٹکے توڑ دیے اور اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔

ابتداء میں عورتیں جب دوپٹہ اوڑھتی تھیں تو سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہ جاتا تھا لیکن جب یہ آسمانی ندا آئی۔ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن تو عورتوں پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہبند اور چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اپنے سروں کو اس طرح چھپایا کہ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا معلوم ہوتا تھا کہ سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب اللباس ص ۵۶۷)

گویا کہ صحابیات کو اس قدر قرآن سے شغف تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی قرآن سے محبت کے پیمانے میں کمی نہ ہونے دیتے تھے۔ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی اس وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے چنانچہ ان کے خون کے قطرے قرآن مجید کی اس آیت پر گرے۔ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرہ:۱۳۷)

تاریخ وآثار کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قرآن سے شغف کے سلسلے میں بطور مثال یہ باتیں لکھی گئی ہیں ورنہ اس پر بھرپور نظر ڈالی جائے اور اس موضوع کا مکمل احاطہ کیا جائے تو

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	183/-

ترجمان

تقویٰ

دکتور: ہاشم علی الاہدل

ترجمہ وتوضیح: مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے گا، اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔'' (سورۃ الاحزاب: ۷۰-۷۱)

شخصی تربیت اور اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے مابین ٹھوس اور قوی تعلق پایا جاتا ہے اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حسنات کو قبول کرتا ہے اور اعمال کو پاک وصاف کردیتا ہے۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر (۶/ ۴۲۷)

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ جب (مندرجہ بالا آیات قرآنی میں) مذکور امور کو بجالائیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں اس کا ثواب دے گا، ان کے اعمال کی اصلاح فرمادے گا۔ یعنی انھیں صالح اعمال کی توفیق بخشے گا ان کے گذشتہ گناہوں کو معاف کردے گا، اور مستقبل میں ہونے والے گناہ سے توبہ کا الہام کرے گا۔'' (تفسیر ابن کثیر (۳/ ۵۲۱)

اور اسی میں بندہ کی دنیا وآخرت کی صلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ''اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا، اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا، اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔'' (الانفال: ۲۹)

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل ایسا ہے جس کے اکثر عاملین جنت میں جائیں گے؟ تو اس وقت آپ نے تقویٰ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: تقوى الله وحسن الخلق ''اللہ کا تقویٰ اور حسن اخلاق'' (سنن ترمذی (۲۰۰۵) سنن ابن ماجہ (۲/ ۱۴۱۸) صحیح ابن حبان (۱۹۲۳) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے: احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك ''اللہ کو یاد رکھو وہ تجھے یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھو تو اسے سامنے پائے گا۔'' (مسند احمد (۱/ ۳۰۷) ترمذی (۲۵۱۸)

اللہ کو یاد رکھنے کا مطلب اللہ کا تقویٰ ہے۔ یعنی اللہ کے متعین کردہ تمام حدود وحقوق اور اوامر ونواہی کی کما حقہ حفاظت کی جائے، اس کے جملہ واجبات پر عمل کیا جائے، اور تمام محرمات کو ترک کردیا جائے۔ (ابن رجب الحنبلی: نور الاقتباس من مشكاة وصية النبي صلى الله عليه وسلم لابن عباس (ص ۲۴) تحقیق وتعلیق محمد بن ناصر العجمی، ط دار الاقصیٰ کویت ۱۴۰۶ھ)

شخصی تربیت کے اس اسلوب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کے ضمیر میں ذاتی نگرانی کا شعور پیدا کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مسئول مطلق ہے، اس سے بندہ اس نظام حیات کا امین وپاسبان ہوگا جس سے اللہ کی رضا وابستہ ہے اور ہر شخص سے مطالبہ بھی کرتا ہے کہ اس نظام کو نافذ کرے اور اس سے ایک انگلی برابر بھی انحراف نہ کرے۔

اللہ کا تقویٰ شخصی تربیت کے تمام متفرق اسالیب کی بنیاد ہے، تقویٰ ایک ایسا حلقہ یا رابطہ ہے کہ بندہ کو شخصی تربیت کے کسی بھی اسلوب کے اپنانے سے پہلے مدنظر رکھنا چاہیے۔

تقویٰ، دل کا عمل ہے جسے اللہ کا حقیقی بندہ اپنے تمام تصرفات میں مصاحب بنائے رکھتا ہے اور تربیت کے کسی بھی اسلوب کو اپناتے وقت اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔

تقویٰ محاسبۂ نفس اور خود احتسابی مختلف پہلوؤں سے محاسبہ کے مشابہ ہے جیسے عمل سے پہلے علم اور مخلوق کی اس کی عدم معرفت کا پہلو۔ بسا اوقات تقویٰ اور محاسبہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ محاسبہ عمل کے بعد ہوتا ہے اور تقویٰ عمل سے پہلے۔

تقویٰ کی حقیقت

تقویٰ تمام اولین وآخرین بندوں کے لیے اللہ کی وصیت ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ''اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔'' (النساء/ ۱۳۱)

اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم حکم حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جامع ہے۔ اب ہم ذیل میں تقویٰ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے حقیقت تقویٰ سے متعلق سلف صالحین کے کچھ اقوال کا خلاصہ پیش کررہے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان ہے: ''جب تک بندہ ہر اس چیز کو نہ چھوڑ دے جو اس کے دل میں کھٹک رہا ہے اس وقت تک وہ تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔'' (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اول)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے تقویٰ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ رب العالمین سے ڈرنا، قرآن کریم کے مطابق عمل کرنا، معمولی چیز پر قناعت کرنا اور سفر آخرت کے لئے تیاری کرنے کا نام تقویٰ ہے''(الہیثمی احمد بن حجر: فتح المبین بشرح الاربعین (۱۱۴) دارالکتب العلمیہ۔بیروت ۱۳۹۸ھ)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: اتقوا الله حق تقاته "أي أن يطاع فلا يعصى، ويذكر فلا ينسى، وأن يشكر فلا يكفر" ''یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد کیا جائے، اسے بھلایا نہ جائے، اس کا شکریہ ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جو حرام کر رکھا ہے اسے ترک کرنا اور جو فرض قرار دے رکھا ہے اسے ادا کرنا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی دے گا وہ خیر ہی خیر ہوگا''

طلق بن حبیبؒ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی روشنی میں اس کی اطاعت کر کے ثواب کی امید رکھنا، اس کے عطا کردہ نور کی روشنی میں اس کی معصیت و نافرمانی نہ کر کے اس کے عتاب و سزا سے ڈرتے رہنے کا نام تقویٰ ہے۔''

تقویٰ کے بارے میں عبداللہ ابن المعتز کی مشہور نظم میں ہے:

خل الذنوب صغيرها وكبيرها ذاك التقى
واصنع كماش فوق أر ض الشوك يحذر مايرى
لا تحقرن صغيرة ان الجبال من الحصى

(۱) النووی (ص ۱۳۸) مطبوعہ ۱۳۸۲ھ

شعری ترجمہ:

تقویٰ ہے اے برادر کہ چھوڑو گناہ کو
چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں۔ بلالیت اور لعل
کانٹوں کی سرزمیں پہ ہے یہ چال سوچ لو
ہو احتیاط اتنا تمہیں جل ہو یا کہ تھل
چھوٹے گناہ کو بھی نہ ناچیز جانیو
خاشاک وخس کے ڈھیر سے بن جاتے ہیں جبل

(۱) چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو چھوڑ دو، یہی تقویٰ ہے۔

(۲) جس طرح کانٹوں بھری زمین پر آدمی بہت ہی بچ کر چلتا ہے، اسی طرح تم بھی کرو اور ڈرتے رہو۔

(۳) چھوٹے چھوٹے گناہ کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھو (بلکہ یہ یاد رکھو کہ) پہاڑ ذرات ہی سے بنتے ہیں۔

ان اقوال سے واضح ہوجاتا ہے کہ تقویٰ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جو طاعت کے بجالانے اور چھوٹے بڑے اور عظیم وحقیر معاصی ترک کردینے کا نام ہے۔

درحقیقت تقویٰ نفس مومن کے لئے باطنی طور سے ایک باڑ ہے جہاں سے بلا کسی خارجی دباؤ کے خیر ابلتا ہے، اور بلا کسی جبر واکراہ کے شر سے نفرت اور دوری ہوجاتی ہے۔

تقویٰ کے فوائد:

تقویٰ کے التزام ہی سے دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ ہم نے اس جگہ قرآن وحدیث سے چن چن کر تقویٰ کے کچھ اہم فوائد کا تذکرہ کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) تقویٰ سے سیئات مٹتے ہیں اور حسنات میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) تقویٰ سے اللہ کی محبت اور حفاظت متحقق ہوتی ہے۔

(۳) تقویٰ سے تمام امور میں رشد وہدایت، خیر کی توفیق اور الہام کا حصول ہوتا ہے۔

(۴) تقویٰ سے حق وباطل اور ہدایت وضلالت کے مابین تمیز کی قدرت پیدا ہوتی ہے۔

(۵) تقویٰ سے رنج وغم اور کرب والم سے دوری حاصل ہوتی ہے۔

(۶) تقویٰ سے حصول رزق کے ذرائع میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

(۷) تقویٰ اللہ رب العالمین سے ملاقات کی تیاری کا ذریعہ ہے۔

(۸) تقویٰ سے اللہ رب العالمین کی تابعداری متحقق ہوتی ہے اور روئے زمین پر تمکن حاصل ہوتا ہے۔

(۹) تقویٰ سے قیامت کی ہولناکی اور عذاب جہنم سے نجات ملتی ہے۔

(۱۰) تقویٰ سے اللہ رب العالمین کی رضا وخوشنودی اور جنت میں اعلیٰ درجات کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ دیگر فوائد ایسے ہیں جن سے ہمکنار ہونے کی خواہش ہر شخص کرتا ہے لیکن صرف تمنا اور خواہش سے ان کا حصول ممکن نہیں بلکہ متقی کے درجہ کو پہنچنے پر ہی یہ چیز مل سکتی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لئے مترجم کا مضمون ''التقویٰ وثمار ها في سلوك المومن'' ملاحظہ کیا جائے۔

حصول تقویٰ کے ذرائع:

تقویٰ جیسے اس عظیم اسلوب کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ بندہ متقین کی ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرے جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے اور جو بہت زیادہ ہیں، یہاں ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ''الم، اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ

دکھانے والی ہے جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز کو قائم رکھتے ہیں، اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔'' (البقرہ:۱-۵)

ایمان بالغیب متقین کی اہم اور خاص خصوصیت ہے۔ (اور کیوں نہ ہو جبکہ) ایمان بالغیب ہی انسانی ضمیر کا ذاتی نگراں ہوتا ہے جو اس کے تمام حرکات، سکنات اور تصرفات کا شمار کرتا ہے۔ ایک عالم کا قول ہے: ''درحقیقت غیب پر ایمان لانے والا ہی ہمہ وقت قیامت کے دن کے مشاہد کا احساس رکھتا ہے، وہ جب بھی دنیا کی مختلف انواع واقسام کی لذت اور نعمتوں کو دیکھتا ہے تو جنت کی ان نعمتوں کو یاد کرتا ہے جو ان سے بہتر اور باقی رہنے والی ہیں۔ پھر وہ صالح اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرتا ہے اور ایک صالح انسان بن جاتا ہے، اس کے برعکس جب وہ دنیا میں مختلف قسم کے شرور اور آگ کی شدت دیکھتا ہے تو جہنم کے عذاب اور اس کی شدت کو یاد کرتا ہے پھر شہوات سے اپنے آپ کو دور کر لیتا ہے اور اپنے نفس کو خود سر ہونے سے باز رکھتا ہے اور نفس کو مال ومنال، تسلط واغتصاب اور مختلف قسم کی حرص وطمع اور انانیت سے مطلقاً دور رکھتا ہے۔ (عبدالرحمٰن بن محمد الدوسری: صفوۃ الآثار والمفاہیم من تفسیر القرآن العظیم (۲/۵) ط مکتبہ دارالارقم۔ کویت ۱۴۰۶ھ)

متقین کی ایک نمایاں صفت یہ بھی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے یا راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں تو فوراً حق کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ (اللہ کی) یاد میں لگ جاتے ہیں اور یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' (الاعراف:۲۰۱)

متقین کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ شبہات سے دور رہتے ہیں، حلال و حرام کے مابین راجح پہلو کو ہی اختیار کرتے ہیں اور جس چیز کا حکم مخفی ہوتا ہے اسے بھی ترک کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہوتا ہے فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ''جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کر لی۔'' (صحیح البخاری (۵۲) صحیح مسلم (۱۵۹۹)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ: لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع مالا بأس به حذرا لما به بأس) ''بندہ متقیوں کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ اس بات کو جس میں کوئی حرج نہ ہو، اس چیز سے بچنے کے لئے نہ چھوڑ دے، جس میں برائی ہے۔'' (سنن ترمذی (۴/۵۴۷/۲۴۵۳) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''جب تک کوئی بندہ اپنے اور حرام کے درمیان حلال کو آڑ نہ بنالے اور اثم اور اس جیسے دیگر گناہ کو چھوڑ نہ دے اس وقت تک ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتا۔'' (الوافی فی شرح الاربعین النوویہ (ص۳۴) ط دارالامام البخاری۔ دمشق ۱۴۰۰ھ)

شبہات کو چھوڑ دینا ایک ایسا عظیم مرتبہ ہے جہاں صرف متقین ہی کی رسائی ممکن ہے کیونکہ شبہات کو اسی وقت چھوڑا جا سکتا ہے جب شرعی امور کے تحقق کے لئے نفس سے جہاد کیا جائے اور اسے مغلوب کر لیا جائے۔

محمد المصری کہتے ہیں: ''کہ مومن اپنے نفس کے علاج میں لگا رہتا ہے اور اپنی خواہشات اور رغبات سے جہاد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ تقویٰ اس کے نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور یہی اس کی خصلت اور فطرت بن جاتی ہے، پھر تو وہ اپنی پوری زندگی میں تقویٰ کا فائدہ پاتا رہتا ہے، اس سے اس کا احساس بہت تیز ہو جاتا ہے، اس کا وجدان بلند ہو جاتا ہے اور خیر کے مقامات کا جلدی ادراک کرنے والا ہو جاتا ہے اور شر کے مقامات کا مکمل جانکار ہو جاتا ہے اور خیر وشر کے درمیان تمیز کرنے والا ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کی طبیعت سراپا خیر ہو جاتی ہے اور اس کی خواہشات خیر کے تابع ہو جاتی ہیں، اور شر کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے ویسے ہی جیسے اسلام لانے کے بعد کفر کی جانب پلٹنے کو اور آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (من ہدی سورۃ الانفال (ص۷)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

آپسی تعلقات کے بگاڑ کے چند اسباب اوران کا علاج

مولانا سراج احمد آس محمد سلفی

اسلام ہمیشہ امن، بھائی چارہ، ملنساری اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی دعوت دیتا ہے مذہب اسلام ہرایک کو آپسی محبت اور پرامن زندگی جینے اور دوسرے کو جینے دینے کی تاکید کرتا ہے لیکن موجودہ دور کے اندر دنیاوی مال ومتاع حاصل کرنے، دوسروں کو زیر دکھانے اورانانیت کی بقا کو قائم کرنے کی وجہ سے آپسی اختلاف وانتشار اس قدر پروان چڑھ چکا ہے کہ ایک صلبی بھائی اپنے بھائی کا چہرہ دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتا میں نے چند اسباب کو اختصاراً نصوص شرعیہ کی روشنی میں ذکر کی ہے اگر انسان واقعتاً ان امور سے پرہیز کرلے تو بہت حد تک امید ہے کہ آپسی تعلقات کے بگاڑ سے بچ سکتا ہے۔

(۱) غیبت۔کسی کی برائی اور ہجو اس کی عدم موجودگی میں بیان کرنے کا نام غیبت ہے آپ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا اتدرون مالغيبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل افرأيت ان كان فى اخى ما اقول قال: ان كان فيه ما تقول فقد اغتبته وان لم يكن فيه فقد بهته۔

ترجمہ: یعنی تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اللہ اوراس کے رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اس کو ناگوار گذرے لوگوں نے عرض کیا کہ اگروہ برائی اس میں موجود ہو تو آپ نے فرمایا اگر اس کی موجودہ برائی کو بیان کروگے تو غیبت ہوگی اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو تم اس پر بہتان باندھوگے۔(مسلم شریف ۲۵۸۹)

سورہ حجرات کے اندراللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ اور نہ تم میں سے کوئی کسی سے غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟(الحجرات:۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں حسن سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من اكل لحم اخيه فى الدنيا قرب له يوم القيامة فيقال له كله ميتا كما اكلته حيا فياكله ويكلح ويصيح یعنی جس آدمی نے غیبت کرکے اپنے بھائی کا گوشت کھایا قیامت کے روزاس کا گوشت اس کے قریب کرکے کہا جائے گا۔تو اسے مردہ حالت میں کھالو جیسا کہ تم نے اس کی زندگی میں اسے کھایا تھا چنانچہ وہ اسے کھائے گا اور انتہائی بدشکل ہوجائے گا اور چیخے گا (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری باب الغیبة سندہ حسن)

(۲) چغل خوری۔مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو بگاڑنے والے امور میں سے ایک امر چغل خوری بھی ہے جسے بدترین گناہوں میں شمار کیا جاتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شر عباد الله المشاؤن بالنميمة المفرقون بين الاحبة یعنی وہ بہت ہی برے لوگ ہیں جو ادھر کی بات سن کر ادھر پہنچاتے ہیں اور دوستوں اور متعلقین میں افتراق پیدا کرتے ہیں۔(مسند احمد ۴/۲۲۷)

چغل خوری اتنی بری چیز ہے جس کے پیش نظر آپ نے ارشاد فرمایا لا يدخل الجنة نمام اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "لا يدخل الجنة قتات" یعنی چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(مسلم شریف ۱۰۵) (۳) بدگمانی: بدگمانی اور جاسوسی بھی مسلمانوں کے درمیان آپسی تعلقات میں بگاڑ پیدا کرتا ہے اور نفرت کے پروان چڑھنے میں اس کا بھی اہم رول ہوتا ہے اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان دونوں کاموں سے اجتناب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات:۱۲) یعنی اے ایمان والو! تم زیادہ گمان سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ کے ہیں اور آپس میں جاسوسی نہ کیا کرو۔آپ نے بھی فرمایا: اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا یعنی تم بدگمانی کرنے سے بچو یہ سب سے جھوٹی بات ہے تم چوری چھپے کسی کی بات نہ سنا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی عیب تلاش کرو۔(بخاری شریف ۶۰۶۶)

(۴) استہزاء اور برے القاب سے پکارنا: مسلمانوں میں سے کلی یا جزئی طور پر کسی کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے اچھا اور بہتر گمان کرتے ہوئے مذاق اڑانا یا برے لقب سے یاد کرنا یا پکارنا حرام ہے اسی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع کرتے ہوئے فرماتا ہے۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ یعنی اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور نہ ہی مومنہ عورتیں مومنہ عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی اور بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔(الحجرات:۱۱)

آپ نے اس عمل میں ملوث ہونے والے شخص کو برا کہا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔بحسب امرء من الشران يحقر اخاه المسلم یعنی کسی آدمی کے

براہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔(صحیح مسلم)

(۵) بغض وحسد: باہمی تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنے کی ایک وجہ ایک دوسرے کے تعلق سے بغض وحسد رکھنا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کا قول''ومن شر حاسد اذا حسد'' یعنی حسد کرنے والوں کی برائی سے بچو جب وہ حسد کرے۔(الفلق:۵)

یعنی حسد یہ ہے کہ حاسد محسود سے زوال نعمت کی آرزو کرتا ہے اس وجہ سے اس سے بھی پناہ طلب کی گئی ہے حسد ایک نہایت بری اخلاقی بیماری ہے جو نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر سوموار اور جمعرات کو انسان کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دن سوائے مشرکین کے ہر ایک کی مغفرت فرماتا ہے لیکن جن دوشخصوں کے درمیان کینہ وکپٹ ہوتا ہے ان کی مغفرت نہیں فرماتا اللہ کہتا ہے کہ ان دونوں کو ابھی مغفرت سے الگ رکھو جب تک دونوں میں ملاپ پیدا نہ ہوجائے۔(مسلم شریف ۲۵۶۵)

(۶) قطع تعلق کرنا، کسی مسلمان سے محض ذاتی اور دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے قطع تعلق کرنا، سلام وکلام سے دوری بنائے رکھنا اور اس سے نفرت کرنا حرام ہے مذہب اسلام نے ہر مسلمان کو اپنے بھائی کے ساتھ میل ملاپ رکھنے اور خندہ پیشانی سے ملنے کا حکم دیا ہے جو اس کے برعکس کرتا ہے وہ اللہ کی ناراضگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا شکار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا وہی الفاظ لوٹا دو۔(النساء:۸۶)

آپ نے ارشاد فرمایا: لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث یعنی کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے یعنی نہ اس سے سلام ودعا کرے اور نہ کلام وگفتگو کرے(بخاری شریف ۶۰۶)

حالانکہ اسلام نے آپسی محبت کے پروان چڑھنے کا طریقہ بھی بتایا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا: لا تدخلوا الجنة حتى يومنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا اولا ادلكم على شئى اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بينكم یعنی تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل پیرا ہوجاؤ تو آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور اس کی ترویج واشاعت کرو(مسلم شریف ج ا ۴۲)

آخر میں دعا ہے کہ اے اللہ ہم مسلمانوں کو آپسی اتحاد واتفاق بنائے رکھنے اور مندرجہ بالا امور سے بچا کر ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے ملنے کی توفیق دے آمین۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ' جریدہ ترجمان''(اردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج''(ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ''(انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ذکر الٰہی اور موجودہ تصوف

محمد محسن الاعظمی

تخلیق انسانی کا مقصود اعظم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے خالق کائنات نے جہاں دنیا کو وجود بخشا وہیں اپنی معرفت کے لئے اور انسان کو اس کا اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے اس کائنات ارض پر بے شمار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی امتوں کو ذاتِ واحد کی عبادت کی دعوت دی اور شیطان کی عبادت سے نکال کر انبیاء کرام نے دعوت وتبلیغ اور تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، تطہیر قلب کا مشن بھی جاری رکھا بلکہ از آدم تا ایں دم جتنے انبیاء ورسل اس دنیا میں مبعوث ہوئے سب کی بعثت کا مقصد اولین یہی تزکیہ نفس، تہذیب اعمال اور تصفیہ باطن تھا تاکہ بنی نوع انسان کو ضلالت وگمراہی کے غار عمیق سے نکال کر راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن کریں اور ان کے نفوس وقلوب کا تزکیہ کرکے ان کو ان کا حقیقی مقام عطا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعه:٢)

وہی وہ ذات ہے جس نے امیوں میں سے ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر ان کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں بتاتا ہے حالانکہ وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

نفس کا تزکیہ اور دل کی طہارت وصفائی اسی وقت مکمل ہوسکتی ہے جب آدمی خلوص وللّٰہیت کے جذبے کے ساتھ اور شرک کی آلائشوں سے پاک ہوکر یکسوئی سے اللہ کی عبادت کرے اور اس کا دل ہوا وہوس سے پاک ہو غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی معصیت سے مبرا ہو اور ایمان ویقین کے نور سے منور ہو اطاعت وفرمانبرداری ووفاشعاری سے سرشار ہو اور اتباع سنت وشریعت کا حوصلہ وولولہ بدرجۂ اتم موجود ہو۔

انبیاء کرام اور سلف صالحین نے تزکیہ کے انہیں شرائط واصول کی تعلیم امت کو دی جن پر عمل پیرا ہوکر ایک مومن روحانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوسکتا ہے کیونکہ عبادت وریاضت اور مجاہدہ اگر بااصول طریقہ پر کیا جائے تو اس سے روحانی قوت، خدا کی معرفت، ایمانی لذت وحلاوت اور قلبی ونظری بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کے لئے جہاں ان تمام اصولوں کی تعمیل ناگزیر ہے ان میں ذکر الٰہی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے ذکر ایسا جوہر قابل ہے جس سے انسانی دل پر شیطان کا وار کام نہیں کرتا اور فاسد خیالات ووساوس کا گذر نہیں ہوتا، ذکر سے دل میں نور کا وجدان ہوتا ہے اور سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے قرآن کا فرمان ہے۔ الا بذكر الله تطمئن القلوب اس طرح کی آیتیں قرآن شریف میں جابجا وارد ہوئی ہیں جن میں ذکر واذکار پر ابھارا گیا ہے اور اس کے فوائد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (الاحزاب:٤٢)

اے مومنوں کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو وہی تم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں ظلمتوں سے نکال کر نور وہدایت کی طرف لائیں اور وہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون:٩)

اے مومنو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ ذکر الٰہی انسان کو کس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اور تطہر وتزکیہ کی راہ کس طرح ہموار کرتا ہے۔

ذکر کی حقیقت کیا ہے ذکر دراصل ایک اندرونی کیفیت کا لفظی اظہار ہے آپ کو غیر معمولی خوشی ہوتو آپ بے اختیار ہنس پڑتے ہیں آپ کو شدید درد ہوتو بے اختیارانہ طور پر زبان سے آہ نکل جاتی ہے اسی طرح جو شخص حقیقی مومن بنے اس کا سینہ خدائی عظمت وجلال سے بھر جائے گا اور جب ایسا ہوگا تو بے اختیار خدا کی یاد کے کلمات بھی اس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے انہیں کلمات کا نام ذکر ہے جو شخص واقعتاً خدا کو پالے اس سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم کو خدا کا جلال وکمال دکھائی دے گا ہر تجربہ اس کو خدا کی یاد دلانے والا بن جائے گا۔ اس کا سینہ خدا کے احسانات کے احساس سے سرشار ہوجائے گا اس کے بعد کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا کے بارے میں خاموش رہے خدا کی معرفت آدمی کے اندر ایک ربانی اہتزاز پیدا کرتی ہے۔ جب یہ لفظوں کی صفت میں ڈھلنے لگے تو اسی کا نام ذکر ہے۔ ذکر یعنی یاد سب سے بڑا نذرانہ ہے جو کوئی بندہ اپنے رب کو پیش کرسکتا ہے آدمی جب عبودیت کو اور اس کے مقابلہ میں خدا کی ربوبیت

کوسوچتا ہے تو وہ خدا کی عظمتوں کے احساس کے نیچے دب جاتا ہے۔خدا کے ان گنت احسانات کو سوچ کر وہ حیران رہ جاتا ہے وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں اپنے خالق اور قادر مطلق اللہ کو پیش کروں یہ احسانات کچھ روحانی کلمات کی صورت میں اس کی زبان پر جاری ہوجاتے ہیں انہیں کلمات کا نام ذکر ہے۔(الرسالہ جولائی ۱۹۹۴ء)

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور آپ کے بعد خیر القرون میں تزکیہ نفس اور طہارت قلب کے لئے ذکر واذ کار کا جو طریقہ وسلسلہ قائم تھا اس میں کسی طرح کا کوئی غلو نہیں تھا وہ افراط وتفریط سے بالکل خالی تھا اور تصوف وتزکیہ کے نام پر کس طرح کا کوئی غلو نہیں تھا وہ افراط وتفریط سے بالکل خالی تھا اور تصوف وتزکیہ کے نام پر الگ الگ گروہ بندی نہیں تھی انہوں نے طریقت کو شریعت سے کبھی علیحدہ نہیں رکھا جیسا کہ شیخ عارف باللہ ابراہیم وسوقی فرماتے ہیں:الشریعة اصل والطریقة فرع والشریعة جامعة لکل علم مشروع شریعت اصل اور طریقت اس کی فرع ہے اور مشروع علم کی شریعت جامع ہے۔

اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ طریقت ومعرفت،شریعت سے الگ چیز نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں اس کی فرع ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر فرع اصل سے کٹ جائے تو وہ ایک لغو اور بیکار چیز ہوجائے گی۔

ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی فرماتے ہیں کہ لا دلیل علی الطریق الی اللہ الا متابعة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی افعالہ واقوالہ یعنی تقرب الٰہی کے لئے سوائے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے افعال واقوال کی اتباع کے کوئی چارہ نہیں۔ابوقاسم ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں:اھل التصوف ھو ملازمة الکتاب والسنة وترک الاھواء والبدعة تصوف کی بنیاد کتاب وسنت کو لازم پکڑنے اور نفسانی خواہشات اور بدعات کو ترک کرنے پر ہے۔ان تمام اصولوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر اتباع سنت وشریعت کے تزکیہ وتصوف حقیقی ناممکن ہے۔

خیر القرون میں کتاب وسنت کی روشنی میں تزکیہ وتطہیر کا کام انجام دیا جاتا تھا ان کا کردار ایک مثالی کردار تھا وہ اسلامی اخلاق اعلیٰ نمونہ اور انسانیت وشرافت کے حسین پیکر تھے ان کے اندر ذکر واذکار کی حلقہ بند مجلسیں قائم نہیں ہوا کرتی تھیں ان کی صحبت میں جو جاتا بغیر متاثر ہوئے نہیں آتا دنیادار دینداری کے حلقے میں داخل ہوتے اہل بدعت بدعت سے تائب ہوکر سنت پر عمل پیرا ہوتے جن کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام سے شرفیاب ہوتے اور بلاشبہ تصوف کے جو سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔وہ سب شریعت اور اسلامی روایات سے ہم آہنگ نہیں ہیں بلکہ تصوف وتزکیہ کے نام پر رہبانیت اور عجمی افکار ونظریات وغیر اسلامی رسوم وعادات اور مختلف قسم کی خرافات وبدعات کا بازار گرم ہے۔آج کے جاہل صوفیاء ہی نہیں بلکہ پڑھے لکھے اشخاص بھی جو اپنے آپ کو کتاب وسنت کا عامل ومبلغ گردانتے ہیں صرف ملفوظات، بزرگوں کے کشف وکرامات ، فیوض وبرکات اور مخصوص اوراد ووظائف،من گھڑت قصے،کہانیوں کے گورکھ دھندھے میں پھنس کر رہ گئے ہیں عجمی تصورات اور فلسفیانہ آمیزش سے ان کے اندر اسلامی سادگی،اخلاص وللّٰہیت اور توحید واتباع سنت کی روح کا فقدان ہے عیسائی راہبوں اور غیر مسلم جوگیوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کی آمیزش سے پُر ہیں ایسے بدعقیدہ وبے ایمان لوگ کتاب وسنت کی تبلیغ کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں اور اپنے مخصوص وضع وقطع اور انداز بیان سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

لہٰذا ایسے نازک وقت میں ضروری ہے کہ امت کو باطل نظریات وخیالات سے توبہ کرا کر تزکیہ وتطہیر کے صحیح اور شریعت سے ثابت شدہ اصول وقواعد سے روشناس کرایا جائے اور انہیں عبدیت وعبودیت کا صحیح معنی ومفہوم سمجھایا جائے تاکہ ان کی عبادتیں بارگاہ جلیل میں قبولیت سے شرفیاب ہوسکیں۔پروردگار عالم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف،خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔

۳۔ مضمون کا فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں،فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

ترجمان

گستاخان صحابہ اور ہم

ڈاکٹر ثناء اللہ صادق تیمی، مکہ مکرمہ

اسلام اللہ پاک کا نازل کردہ دین ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ کے صحابہ وہ واسطہ ہیں جن کے ذریعہ یہ دین ہم تک پہنچا ہے، انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لمحہ لمحہ کو اپنی بصارت و بصیرت کے آئینے میں قید کیا اور اپنی زندگی کے شب و روز انہیں لمحوں کے مطابق پوری ایمانداری سے گزارنے کی انتہائی کوشش کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کوئی نبی نہیں آیا اور آپ کے جیسے صحابہ کسی اور نبی کو نہیں ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علی الاطلاق کوئی ثانی نہیں اور انبیاء کے بعد آپ کے صحابہ کا کوئی ثانی نہیں، یہ عام لوگ نہیں تھے، اللہ پاک کے منتخب لوگ تھے جنہیں اللہ نے اپنے پیارے حبیب کی صحبت کے لیے چنا۔ یہ شرف ہی کم نہیں تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں لیکن اللہ پاک نے مزید یہ کیا کہ انہیں جنتی ہونے کی بشارت دے دی، ان سے اپنی خوشنودی کا اعلان کر دیا بلکہ انہیں ایمان کا معیار بنا دیا۔ فرمایا:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (البقرہ:۱۳۷)

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بہت واضح انداز میں بتایا کہ ان کا مقام کیا ہے۔ فرمایا

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پا سکتا۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ صحیح ایمان والا آدمی صحابہ کرام کے بارے میں الٹی سیدھی بات کر ہی نہیں سکتا اور جس کے پاس ایمان نہیں، اس کا کیا ہے وہ تو اللہ پاک کے بارے میں بھی کچھ بھی کہہ دیتا ہے۔ اللہ کا حق لے کر کسی اور کو دے دیتا ہے، اللہ کے ایک معمولی بندے کو اللہ کی جگہ پر مشکل کشا، رب العالمین بنا دیتا ہے!! ایسے بد نصیبوں کا کچھ نہیں کیا جا سکتا جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدزبانی کرتے ہیں، تینوں خلفاء راشدین ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدعقیدگی کے حامل ہیں اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اتہامات رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ معروف بھی ہیں اور اصلا ایمان سے خالی بھی ہیں۔

عاملهم الله بما يستحقون.

لیکن تعجب تب ہوتا ہے جب کچھ لوگ پہلے نظریہ بنا لیتے ہیں اور پھر اس نظریے پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو فٹ کرنا چاہتے ہیں اور جب فٹ نہیں بیٹھتے تو بجائے اس کے کہ اپنے نظریے کو درست کریں الٹے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے لگتے ہیں۔ ان کی فہرست میں سب سے پہلے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا خاندان آتا ہے اور یہ کم نصیب بھول جاتے ہیں کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ پاک نے انہیں مان لیا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مان لیا ہے اور الحمد للہ مسلمانوں نے انہیں مان لیا ہے، یہ چند بدنصیب، بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، جن کے لیے دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

کاتب وحی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو یہ کیا کم ہے کہ ان پر متعدد صحابہ کرام نے بیعت کیا، انہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمانڈر بنایا، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے گورنر بنایا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے سلسلے میں اختلاف ہوا اور دونوں کے بیچ لڑائی ہوئی اور پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کر دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کر لی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ثابت ہوگئی کہ " میرا یہ بیٹا سید ہے، اللہ اس کے ذریعے دو آپس میں لڑ رہی مسلم جماعتوں کے بیچ صلح کرا دے گا"

اس کے بعد اللہ پاک نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے پوری سلطنت کو مضبوطی فراہم کی، اسلامی سلطنت کی توسیع ہونے لگی اور مسلم سلطنت میں امن و امان کا راج ہوگیا۔ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے عظیم لوگ تھے۔ یہ چھوٹے قد کے بونے لوگ نہیں تھے، یہ جھوٹ موٹ کی دانشوری نہیں بگھارتے تھے۔ یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

ابومسلم خولانی اور ان کے ساتھ کچھ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ سے لڑتے ہیں، آپ کیا ان کے جیسے ہیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کیے گئے ہیں اور میں ان کی پھوپھی کا بیٹا ہوں اور ان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے والا ہوں، آپ لوگ علیؓ کے پاس جائیے اور ان سے کہیے کہ وہ عثمان کے قاتلین کو میرے

حوالے کردیں اور میں ان کا تابع ہو جاؤں گا، وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کی لیکن انہوں نے قاتلین کو حوالے نہیں کیا (عقیدۃ اھل السنۃ فی الصحابۃ نقلا عن سیر اعلام النبلاء)

یہی معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جب انہیں چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچتی ہے تو رونے لگتے ہیں، ان کی بیوی کہتی ہے: کل تو آپ ان سے لڑائی کررہے تھے اور آج ان کی موت پر رو رہے ہیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: ہائے تیری خرابی، رو رہا ہوں کہ لوگ ان کی بردباری، علم، فضل، اسبقیت اور بھلائی سے محروم ہوگئے اور ایک دوسری روایت میں ہے: تیری خرابی تجھے تو معلوم ہی نہیں کہ لوگوں نے علم، فقہ اور فضل میں سے کیا کھویا ہے!! (عقیدۃ اھل السنۃ فی الصحابۃ نقلا عن البدایۃ والنھایۃ)

یہ صحابہ کرام اللہ کے منتخب کردہ لوگ تھے، اللہ پاک نے انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے چنا تھا، یہ ایسے ویسے لوگ نہیں تھے، اسی لیے ان کے بارے میں ہمارا عقیدہ بہت درست ہونا چاہیے۔ ایسا نہیں ہو کہ جب ہم دیکھیں کہ ایک صحابی کی اکثر روایت کردہ حدیثیں ہمارے مسلک کے خلاف جاتی ہیں تو انہیں غیر فقیہ کہہ دیں یا یہ دیکھیں کہ ہم نے حکومت اسلامیہ کا جو بطور خود نظریہ بنالیا ہے اس پر کوئی صحابی رسول فٹ نہیں بیٹھتے تو انہیں خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کا طعنہ دے کر ان کے بارے میں کچھ بھی الٹا سیدھا بیان کرنا شروع کردیں۔ ایسا کرکے ہم اپنی کورنگاہی، کج فہمی اور کم عقلی کا ثبوت فراہم کررہے ہوں گے کہ وہ نفوس قدسیہ تو اللہ کے چنیدہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دلارے اور پوری امت کے محسنین ہیں کہ اگر ان کا اعتبار کسی طرح خطرے میں پڑ جائے تو پوری شریعت ہی غیر معتبر ٹھہرے گی کہ انہیں کے ذریعے تو یہ دین ہم تک پہنچا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (یہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے سلسلے میں الٹی سیدھی باتیں کرنے والے) وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عیب لگانا چاہا لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو عیب لگانا شروع کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا جائے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک آدمی ہوتے تو آپ کے صحابہ بھی نیک ہوتے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اگر کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو برائی سے یاد کررہا ہے تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔

اور امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے کہا: اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کررہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں، قرآن حق ہے اور قرآن وسنت کو ہم تک اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پہنچایا ہے، وہ دشمن چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے گواہوں کو مجروح کردیں تاکہ وہ کتاب وسنت کو باطل ٹھہرا سکیں جب کہ جرح کے یہ دشمن زیادہ مستحق ہیں اور یہ زنادقہ ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے عقیدۃ اھل السنۃ فی الصحابۃ)

اسی لیے ہم صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے سلسلے میں اچھا عقیدہ رکھتے ہیں، ان تمام کے تمام کو عدول مانتے ہیں، انہیں انبیاء کے بعد سب سے عظیم ہستی دیکھتے ہیں، ان کی عصمت کے تو قائل نہیں لیکن ان کی صحبت رسول، نیکیوں، توبہ اور دوسرے اعمال خیر کے سامنے ان سے دانستہ نادانستہ ہوئی خطاؤں کو قابل معافی سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں بہر صورت صاحبان ایمان اور مستحقین جنت جانتے ہیں اور ہم اپنا یہ منصب جانتے ہی نہیں کہ ان پر تنقید کرسکیں، ان کی لغزشوں کو بیان کریں اور ان کا مقام گھٹانے کی ناروا کوشش کریں۔

ان سے بتقضائے بشریت اگر کبھی کوئی چوک ہوئی تو ہم عذر تلاش کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان پر زبان طعن دراز کرنے کو مہلک ایمان ودین سمجھتے ہیں۔ ان کے آپس کے نزاعات پر توقف اختیار کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہتے کہ اجتہاد کرنے کی صورت میں اگر درستگی کو پہنچ گئے تو دوہرے ثواب کے مستحق ہیں اور اگر غلطی ہوگئی تو بھی وہ ایک اجر کے مستحق ٹھہرتے ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم حق کو دلائل وبراہین کی روشنی میں ایک کے مقابلے میں دوسرے کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں لیکن اس سے اس بات کا بالکل جواز نہیں نکلتا کہ ہم ان میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی گستاخی کریں۔

اللہ ہمیں درست سمجھ اور نیک توفیق سے نوازے

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

اماں عائشہؓ کی پارسائی کی عظیم داستان (واقعہ افک)

مولانا آصف تنویر تیمی
جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور بدنام کرنا ہمیشہ سے اسلام دشمنوں کا طریقہ رہا ہے۔ اسلام عورتوں کی عزت وعفت کا شروع سے محافظ رہا ہے۔ اسلام کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کی طرف نگاہ بد اٹھائے، اس کی عصمت کو پامال کرنا تو دور کی بات، ادنی حرف گیری، بے جا تہمت کو بھی سزا کا باعث سمجھتا ہے۔ کافروں کے علاوہ منافقوں کو بھی عورتوں کی پاکدامنی کبھی راس نہیں آئی۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر واقعی کوئی مذہب وملت عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت کرتا ہے تو وہ محض اسلام ہے۔

عورتوں میں بالعموم جو رتبہ اور مقام امہات المؤمنین کو حاصل ہوا، وہ کسی اور کو نہیں ہوسکا۔ خصوصا اس معاملے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا گراف سب سے اونچا ہے۔ منافقوں نے جب سنہ ۵/ہجری میں ان کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہا تو اللہ تعالی نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی پارسائی کا اعلان کیا، اس تعلق سے قرآن کریم کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں جو شب وروز مومنوں کی زبانی تلاوت کی جاتی ہیں، اور ہر پڑھنے اور تلاوت کرنے والا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اماں عائشہؓ دنیا کی تمام خواتین کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں بہترین نمونہ ہیں خاص طور سے پاکدامنی کے معاملے میں۔ جس کی اس وقت مغرب زدہ ماحول، بے حیائی، بے شرمی اور ننگا پن کے دور میں ہر مسلمان عورت کو جاننے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

ذیل کے سطور میں کچھ باتیں واقعہ افک سے متعلق تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ ہماری خواتین یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح جاگزیں کرلیں کہ عزت وآبرو کی حفاظت دنیا وآخرت کی انمول دولت ہے، اور اگر کوئی عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہے تو ہر حال میں اللہ تعالی اس عورت کا معین ومددگار ہوتا ہے۔

سنہ ۵/ہجری میں آپ ﷺ کو خبر ملی کہ بنی مصطلق کا سردار حرث بن ابی ضرار گھوم گھوم کر آپ کے خلاف لوگوں کو جنگ پر آمادہ کررہا ہے، آپ نے اس کی تحقیق بریدہ بن حصیب اسلمیؓ سے کرائی، ان کی تصدیق کے بعد مدینہ میں بہ اختلاف روایت زید بن حارثہ، یا ابوذر غفاری یا غیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو عامل بنا کر سات سو صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ بنی مصطلق کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ام المؤمنین عائشہؓ وام سلمہ بھی تھیں۔ راستے میں حرث بن ابی ضرار کا ایک جاسوس بھی ملا، جو ملکی ضابطے کے مطابق قتل ہوا۔ بنو مصطلق پہنچ کر آپ نے مریسیع نامی پانی کے چشمہ (جس کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے) پر پڑاؤ ڈالا۔ عمرؓ اسلام کی دعوت دے کر بنی مصطلق کے پاس گئے اس نے شدت سے اس دعوت کا انکار کیا، اور جنگ پر آمادہ نظر آیا۔ نتیجتا دونوں طرف سے جنگ شروع ہوئی، بنی مصطلق کو ہزیمت نصیب ہوئی، ان کے بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتوں کو مسلمانوں نے غلام بنالیا۔ بنی مصطلق کے سردار حرث بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہ (جو بعد میں حرم نبوت میں شامل ہوئیں) بھی پکڑی گئیں، اور صحابی رسول ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں، بعد میں جویریہ نے ان سے مکاتبہ کرلیا، مکاتبہ کا پیسہ آپ ﷺ نے ادا کرکے نکاح کرلیا۔

چونکہ منافقوں کو معلوم تھا کہ اس جنگ میں کوئی بڑی جنگ نہیں ہونے والی ہے، اس لئے مال غنیمت کی لالچ میں ان گنت منافقین (جن کو آپ ﷺ اور دیگر صحابہ اچھی طرح پہچانتے تھے) شریک جنگ ہوئے، اور حصول غنیمت کے ساتھ جگہ جگہ فتنہ پروری کرتے رہے، یہ چیز ان کی سرشت میں داخل تھی، اس سے وہ کب باز آسکتے تھے اور مسلمانوں کی فلاح وبہبودی اور امن وسکون انہیں کیسے گوارہ ہوسکتا تھا۔

اس موقع سے منافقوں کا سب سے پہلا فتنہ اس وقت دیکھنے کو ملا جب مریسیع کے مقام پر عمرؓ کے غلام جہجاہ بن سعود اور سنان بن وبر نامی ایک انصاری کے مابین چشمہ سے پانی لینے پر تھوڑی سی کہاسنی ہوئی جس کو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے تل کو تاڑ بنایا، انصاریوں اور مہاجروں کے درمیان جنگ بھڑکانے کی اس نے پوری کوشش کی، لیکن آپ ﷺ کی بروقت پیش قدمی اور حکمت عملی سے یہ آگ بجھی۔ اسی موقع سے عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے یہ بھی کہا کہ یہاں سے مدینہ جانے کے بعد ہم نبی ﷺ سمیت تمام مومنوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے، جس کو زید بن ارقمؓ نے سنا اور آپ ﷺ کو بتلایا، جن کی تائید اور عبداللہ بن ابی کی مذمت میں قرآن کریم کی آیت بھی نازل ہوئی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خود عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ نے اپنے منافق باپ کی خوب خبر لی، مدینہ کے راستہ پر اس کو روکا، اور جب تک آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی، اس وقت تک بیٹے عبداللہؓ نے داخل نہ ہونے دیا۔ ایسی ہوتی ہے اسلام اور نبی اسلام سے محبت، اے کاش! ایسی دینی حمیت ومحبت ہم مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوجائے تو آج ہمارا یہ برا حال دنیا میں نہ ہوتا۔ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں،

جس کی وجہ سے ہر میدان میں ہم ناکام ثابت ہو رہے ہیں اور دنیا والے ہمیں نوالہ تر سمجھے ہوئے ہیں۔

اس سفر میں منافقوں کا دوسرا بڑا فتنہ 'واقعہ افک' کے نام سے اسلامی تاریخ میں مشہور ہے۔ جس کے تعلق سے قرآن کریم میں سورہ نور کی اٹھارہ آیتیں بھی موجود ہیں، اس واقعہ کو پورے طور پر جاننے اور سمجھنے کی غرض سے مسلمانوں کو ان آیتوں کے معانی اور علماء کی تفسیر کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ ہوا یوں کہ اس جنگ سے واپسی میں عائشہؓ قضائے حاجت کی لئے پڑاؤ کی جگہ سے کچھ دور چلی گئیں، وہاں سے آئیں تو دیکھا کہ گلے کا ہار بھی ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے، اس کی تلاش میں وہ دوبارہ نکل گئیں، جب واپس آئیں تو دیکھا آپ ﷺ صحابہ سمیت کوچ کر چکے ہیں، عائشہؓ اس وقت ہلکی پھلکی تھیں اس لئے اٹھانے والے کو ان کی عدم موجودگی کا علم بھی نہ ہوا۔ اس کے بعد کیا ہوا خود ان کی زبانی سنئے، کہتی ہیں: ''میں لشکر گاہ پر پہنچی تو وہاں کوئی نہ تھا، میں اس گمان میں تھی کہ لوگ مجھے گم پائیں گے تو تلاش میں یہاں تک آئیں گے، مجبوراً بیٹھی اور سو گئی، صبح کے قریب صفوان بن معطلؓ نے جو لشکر کے پیچھے آئے تھے مجھے دیکھ کر انا للہ پڑھا۔ اس آواز کو سن کر میں جاگ پڑی انہوں نے اپنی سواری میرے قریب کر کے بیٹھایا میں اس پر سوار ہو گئی۔ کلمہ انا للہ کے سوا نہ انہوں نے کوئی کلام کیا، نہ میں ہی کچھ بولی، وہ اونٹنی کی نکیل تھامے پیدل چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر کے وقت جہاں لشکر ٹھہرا تھا آ ملے''۔ [بحوالہ: پیغمبر عالم ﷺ، تالیف: عبدالمبین منظر، ص ۳۱۳]

اسی واقعہ کو عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین نے گڑھ کر طومار بنایا، جس کی زد میں سیدھے سادے مسلمان مثلاً حسانؓ، مسطحؓ اور حمنہ بنت جحشؓ بھی آئے، جن کو براءت عائشہؓ کے بعد اسلامی قانون کے مطابق اسی اسی کوڑے لگے۔ منافقین کے اس شر و فساد سے آپ ﷺ، تمام صحابہ، بالخصوص عائشہؓ کو ایسا غم لاحق ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ لیکن وہی بات کہ اگر آدمی حق پر رہے تو ضرور آسمان والا اس کی مدد کرتا ہے، اور مومن کی آزمائش تو ہوتی ہی ہے۔ کچھ ایسا ہی اس موقعہ پر بھی دیکھنے کو ملا۔ آپ ﷺ اور عائشہؓ نے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا، خاموشی اور دانشمندی سے دین کے دشمنوں کا جواب دیا جاتا رہا۔ بالآخر رب تعالی نے عائشہؓ کی براءت میں متعدد آیتیں نازل کیں، اور منافقوں کا ساری سازش اور منافقت طشت از بام ہو گئی نیز ان کی ذلت و رسوائی پر قیامت تک کے لئے مہر لگ گئی۔

☆☆☆

تاریخ رد قادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر جناب الحاج حافظ محمد یحییٰ بن حافظ حمید اللہ دہلوی جوار رحمت میں، ملک وملت اور جماعت کے ایک سنہرے عہد کا خاتمہ: اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲۲ر نومبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست اور سابق امیر جناب الحاج حافظ محمد یحییٰ بن حافظ حمید اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ صاحب کی رحلت سے آج ملک وملت اور جماعت کے ایک سنہرے عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

امیر محترم نے کہا کہ حافظ محمد یحییٰ دہلوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ملک وملت اور جماعت کے اہم ستون، بے لوث رہنما، غیور قائد، کامیاب منتظم اور مخلص سرپرست تھے۔ دین پر استقامت، فکر ونظر میں استحکام اور نازک ترین حالت میں بھی بلا کا ٹھہراؤ اور ثابت قدمی ان کی پہچان تھی اور یہ ساری اعلیٰ خصوصیات جہاں ان کو عظیم باپ سے ورثے میں ملی تھیں وہیں ان کی پاک طینتی، تہجد گزاری اور آہ سحر گاہی سے پیدا ہوئی تھیں۔ آپ اتحاد امت اور قومی یک جہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کے بڑے منادی تھے اور ہر حلقے سے خوش گوار تعلقات استوار رکھتے تھے۔ پیشے سے تاجر تھے لیکن دین وجماعت کی خدمت ان کی شرست میں داخل تھی۔ آپ بڑے متقی وپرہیز گار، مہمان نواز اور علما کے قدردان تھے۔ صد افسوس کہ ملک وملت وجماعت کا یہ نیر تاباں صبح نو بجے بعمر ۹۵ سال دہلی میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

امیر محترم نے کہا کہ حافظ محمد یحییٰ دہلوی کا خانوادہ علم وعمل سے مالا مال رہا ہے۔ آپ کے والد گرامی حافظ حمید اللہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے نائب ناظم اور فنانشل سکریٹری تھے۔ پوری عمر گلستان آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی باغبانی، اس کی نگہبانی، اس کی سیرابی نیز پرورش وپرداخت میں صرف کردی، موصوف جود وسخا کا سرچشمہ اور سخاوت وفیاضی کے سیل رواں تھے۔ آپ کے جود وسخا کا سیل رواں ہندستان سے لے کر حجاز تک وسیع تھا۔ ہندستان کے درجنوں مدارس آپ کے مالی تعاون سے چلتے تھے، آپ نے ایسے دینی ماحول میں عظمت وشرافت کے سایہ تلے ۱۹۲۵ء میں دہلی میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کا گھرانہ دینی ماحول سے پُر تھا، اس لیے آپ کی نشوونما بھی خالص دینی ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قریبی مسجد میں چلنے والے مکتب میں ہوئی۔ پھر اسی مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تکمیل حفظ کے بعد جماعت کے مشہور سلفی ادارہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذہ وشیوخ سے عربی وفارسی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ اور مولانا عبدالجلیل رحمانیؒ وغیرہم خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پھر کاروبار تجارت سے وابستہ ہوگئے جو آپ کا آبائی پیشہ تھا، لیکن اہل علم ودانش اور علماء ومشائخ کی صحبت میں رہ کر ہمیشہ ان سے اکتساب فیض کیا اور ان کی رہنمائی میں بہت سے جماعتی امور بھی انجام دیے۔ اسی طرح کاروبار وتجارت کے ساتھ دین سے بھی جڑے رہے۔

امیر محترم نے کہا کہ آپ کو ابتداء ہی سے ملی وسماجی مسائل کے حل کرنے میں دلچسپی تھی۔ چنانچہ محلّہ کشن گنج کی سماج سدھار کمیٹی کے صدر بنائے گئے تو بحیثیت صدر کمیٹی محلّہ کی اصلاح کی اور عوام کے پیچیدہ مسائل کو حل کیا۔ ۱۹۷۴ء کے ہندو مسلم فیلنگ کے دوران اس کو روکنے اور ان کے مابین بھائی چارہ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ملک کی اہم شخصیات سے بھی تعلقات استوار رکھے، چنانچہ سابق صدر جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد، سابق گورنر خورشید عالم خان، ڈپٹی منسٹر ریلوے محمد یونس سلیم وغیرہم سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ ۱۹۴۴ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے رکن بنائے گئے۔ ۱۹۵۰ء میں والد گرامی کے انتقال کے بعد ان کے جاری کیے ہوئے مشن کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ مزید اسے آگے بڑھایا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم وطن کے بعد جماعت کے اکثر لوگ پاکستان چلے گئے، ملک میں فساد کے نتیجہ میں جماعت کا شیرازہ منتشر ہوگیا، ان حالات میں آپ نے جماعت کو سنبھالا دیا۔ جنوری ۱۹۵۱ء میں صدر کانفرنس مولانا عبدالوہاب آروی نے آپ کو جنرل سکریٹری بنایا تو آپ نے جماعت میں نئی روح پھونکی۔ ۱۹۵۲ء میں جماعت کے آرگن ”ترجمان“ کو جاری کیا اور سارے اخراجات خود برداشت کیے۔ ۱۹۵۴ء میں اوقاف کے تعلق سے پارلیمنٹ میں ،،کاظمی بل،، پیش ہوا، اس میں جماعت اہل حدیث کا نام نہیں تھا، اس میں آپ نے جماعت کا نام شامل کروایا۔ ۱۹۷۹ء میں ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی میں پچہتر ہزار اسکوائر فٹ زمین (جہاں آج اہل حدیث کمپلیکس قائم ہے) سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں آپ کی کوششوں سے اور ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی صاحب ناظم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ ونائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور مولانا شمس الحق سلفی رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس کی مناسب ترین زمین خریدنے کے لیے مہینوں کی جدوجہد کے صلے

میں خریدی گئی۔۱۹۵۲ء میں آپ کو دوبارہ جنرل سکریٹری بنایا گیا۔۱۹۹۵ء میں نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منتخب ہوئے۔مولانا مختار احمد ندویؒ اور بعدہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کے مستعفی ہوجانے کے بعد دوبارہ کارگزار امیر کی حیثیت سے جماعت کی قیادت فرمائی۔۱۴/اکتوبر ۲۰۰۱ء کے اجلاس شوریٰ میں آپ امیر جماعت منتخب ہوئے۔پھر ۲۰۰۶ء کے انتخاب میں دوبارہ امیر چنے گئے۔اور ۲۰۱۷ء تک عہدہ امارت پر جلوہ افروز رہے اور تادم واپسیں جمعیت وجماعت کی سرپرستی فرماتے رہے۔

آپ کے دور امارت میں اہل حدیث کمپلیکس میں کئی عمارتوں کی تعمیر عمل میں آئی۔

امیر محترم نے کہا کہ آپ جماعت کے کہنہ مشق، تجربہ کار، صاحب بصیرت، اور صائب الرائے اصحاب میں سے تھے اور میں اپنے پندرہ سالہ صحبت وتجربہ کی روشنی میں ان کی دور اندیشی، جماعتی ہمدردی اور پروقار امارت کا عینی شاہد وقائل ہوں ۔۱۹۴۴ء سے اب تک آپ نے جماعت کو بہت قریب سے دیکھا، اس کے نشیب وفراز سے بخوبی واقف تھے۔اس لیے حالات اور تجربات کی روشنی میں جماعت کی صحیح سمت میں رہنمائی فرمارہے تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق حافظ صاحب کی تدفین آج ہی بعد نماز عصر آبائی قبرستان شیدی پورہ، دہلی میں عمل میں آئی۔نماز جنازہ میں علماء وعوام اور سرکردہ شخصیات نے شرکت کی۔پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، دو صاحبزادے جناب اسعد صاحب اور جناب مسعود صاحب، تین صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگزر کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔آمین

پریس ریلیز کے مطابق امیر محترم کے علاوہ ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائبین امیر ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی، حافظ محمد عبدالقیوم، نائبین ناظم عمومی مولانا محمد علی مدنی، مولانا ریاض احمد سلفی، حافظ محمد یوسف ودیگر ذمہ داران وکارکنان جمعیت نے ان کے پسماندگان ومتعلقین نیز جملہ سوگواران سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی ہے۔

معروف دینی، تعلیمی وسماجی شخصیت
پروفیسر شاہنواز نعیمی صاحب کا انتقال پر ملال

نئی دہلی: ۱۸/نومبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مغربی چمپارن بہار کی معروف دینی، تعلیمی وسماجی شخصیت پروفیسر شاہنواز نعیمی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ پروفیسر شاہنواز نعیمی صاحب نہایت خلیق وملنسار اور بڑے مہمان نواز تھے، دین سے گہرا لگاؤ تھا، دینی، تعلیمی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اور دینی اداروں کی مدد بھی کرتے تھے۔آپ مغربی چمپارن کے نہایت متمدن اور دینی وعصری تعلیم یافتہ مسلم علاقہ دیوراج کے نامی گرامی، معزز، سربرآوردہ، دیندار اور پڑھے لکھے خاندان کے چشم وچراغ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے فیض یافتہ اور نندن گڑھ لوریا کالج کے پروفیسر تھے۔ان کی بڑی دختر میرے بڑے فرزند محمد اظہر مدنی سلمہ اللہ سے منسوب ہیں۔افسوس کہ کل مورخہ 17/نومبر 2020 کو بوقت سات بجے صبح بعمر تقریبا 50 سال آبائی وطن صبیہ دیوراج، مغربی چمپارن، بہار میں اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کے سبب انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اورکل ہی بوقت ڈھائی بجے دن آبائی وطن میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔پسماندگان میں اہلیہ، 2 چھوٹے چھوٹے صاحبزادے اسامہ وطلحہ اور 3 صاحبزادیاں اور بھرا پُرا خاندان ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے۔اور اہل وعیال کا حامی وناصر اور چارہ گروکارساز ہو۔آمین یارب العالمین۔

ایک ماہر علوم وفنون استاذ گرامی مولانا عبداللہ فیضی صاحب کا انتقال پُر ملال

نئی دہلی: ۲۶/نومبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مدرسہ منظر العلوم بلیرامپور مغربی چمپارن بہار کے سابق استاذ مولانا عبداللہ فیضی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو بڑا علمی خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا عبداللہ فیضی صاحب ایک باصلاحیت عالم دین اور محنتی استاذ ومربی تھے۔علوم آلیہ میں کافی دسترس رکھتے تھے۔آپ کا شمار لائق وفائق اساتذہ میں ہوتا تھا۔آپ کا آبائی وطن کھلچڑی، ضلع پرسہ، نیپال تھا اور مدرسہ منظر العلوم بلیرامپور میں درس وتدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے، اوران دنوں سبکدوشی کی زندگی اپنے وطن میں گزار رہے تھے کہ مورخہ ۲۲/نومبر ۲۰۲۰ء کو بعمر ۶۹ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کے جنازے کی نماز اگلے دن مورخہ ۲۳/نومبر ۲۰۲۰ء کو آبائی وطن نیپال میں ادا کی گی۔پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، مولوی ضیاء الرحمٰن سلفی ومولوی عبیدالرحمٰن سلفی سمیت چار بیٹے اور تین لڑکیاں ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مدرسہ منظر العلوم بلیرامپور میری مادر علمی رہی ہے جہاں میں نے مولانا سے فیض حاصل کیا، آپ نہایت محنتی، مخلص اور طلبہ ومدرسہ کے بے حد بہی خواہ تھے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت کرے، ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے، تمام خدمات کو صدقہ جاریہ بنائے، بشری لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس کا مکین بنائے، اور جملہ پسماندگان، اہل خانہ وخویش اقارب کو صبر وسلوان عطا کرے۔آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ

''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوارکسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011-26946205, 23273407، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

خوشخبری　　　　　　　　خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2021

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید

قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر

چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613